جہاد کے عنوان پر (۴۶) آیاتِ کریمہ (۶۴) اَحادیثِ مبارکہ
اور (۵۸) فقہاءِ کرام کے اَقوال پر مشتمل ایک نایاب و نادر تالیف

جہاد اور دہشت گردی

(قرآن و حدیث کی روشنی میں)

از قلم

محمد فہیم قادری

جہاد اور دہشت گردی میں فرق

(قرآن وحدیث کی روشنی میں)

نیز صلح حدیبیہ اور میثاقِ مدینہ پر مرتب ہونے والے اثرات کا تفصیلی جائزہ

مقالہ نگار: محمد فہیم قادری

فاضل جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

۷۸۶

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ

نام کتاب .... جہاد اور دہشت گردی میں فرق

مؤلف .... محمد فہیم قادری فاضل جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

نظر ثانی .... پروفیسر حافظ محمد خورشید قادری

کمپوزنگ .... سید ابوبکر متعلم جامعہ جلالیہ رضویہ لاہور

تاریخ اشاعت .... مارچ ۲۰۰۶ء

تعداد ۱۰۰۰

صفحات ۱۱۲

قیمت 60

ملنے کے پتے

مکتبہ تنظیم المدارس لوہاری گیٹ لاہور

مکتبہ اعلیٰ حضرت دربار مارکیٹ لاہور

جامعہ جلالیہ رضویہ داروغہ والا لاہور

ادارۃ المصطفےٰ لوہیانوالہ گوجرانوالہ

رضاء ورائٹی ہاؤس لاہور

مکتبہ قادریہ گوجرانوالہ

فہرست

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۱	انتساب	۷
۲	اظہار تشکر	۸
۳	تقریظ اوّل	۹
٤	تقریظ دوم	۱۰
۵	مقدمہ	۱۱
٦	مقالے کا تعارف اور اُسلوب	۱۳
۷	(حصہ اوّل): تحقیقی مواد	۱۵
۸	(فصل اوّل): جہاد کی لغوی تحقیق	۱۵
۹	(فصل ثانی): جہاد قرآن کی روشنی میں	۱۸
۱۰	جہاد فرض ہے	۱۸
۱۱	فتنے کے خاتمے تک جہاد	۱۸
۱۲	غلبۂ اسلام کیلئے جہاد	۱۸
۱۳	کفار کے جزیہ دینے تک جہاد	۱۹
١٤	کمزوروں کی مدد کیلئے جہاد	۱۹
۱۵	مقتولین کا بدلہ لینے کیلئے جہاد	۲۰
۱٦	معاہدہ توڑنے پر جہاد	۲۰
۱۷	دفاع کیلئے جہاد	۲۰
۱۸	مقبوضہ علاقہ چھڑانے کیلئے جہاد	۲۰
۱۹	مظلوموں کو جہاد کی اجازت	۲۱
۲۰	جہاد فی سبیل اللہ ہونا چاہئے	۲۱
۲۱	مال و جان سے جہاد کا حکم	۲۲

۲۲	جہاد فرض عین ہے	۲۲
۲۳	جہاد فرض کفایہ ہے	۲۳
۲۴	دشمن حملہ کرے تو جہاد فرض عین ہو جاتا ہے	۲۳
۲۵	جہاد یعنی جنگ سے مسلمان کا فرار حرام ہے	۲۴
۲۶	جہاد میں کافر کی جان و مال محترم نہیں	۲۴
۲۷	جہاد کیلئے سامان جنگ کی فراہمی بھی فرض ہے	۲۴
۲۸	دشمن مسلمانوں کو مذہبی آزادی نہ دے تو جہاد فرض ہے	۲۵
۲۹	جب کوئی قوم دین کی توہین کرے تو اُن سے جہاد کرنا فرض ہے	۲۶
۳۰	**(فصل ثالث): جہاد اَحادیث کی روشنی میں**	۲۷
۳۱	دین کی سربلندی کیلئے جہاد	۲۷
۳۲	کلمہ توحید کے پرچار کیلئے جہاد	۲۷
۳۳	جہاد فی سبیل اللہ کا حکم	۲۸
۳۴	یہودیوں کے خلاف	۲۸
۳۵	مشرکین کے خلاف جہاد	۲۹
۳۶	جہاد فرض کفایہ ہے	۲۹
۳۷	جہاد قرب قیامت تک جاری رہے گا	۳۰
۳۸	جہاد میں بچوں اور عورتوں کے قتل سے ممانعت	۳۰
۳۹	شبخون میں بلاقصد عورتوں اور بچوں کے مارے جانے کا جواز	۳۱
۴۰	دشمن سے مقابلہ کے وقت فتح کی دعا کرنا	۳۲
۴۱	جنگ میں دھوکہ دینا جائز	۳۲
۴۲	یہودیوں کو سرزمین عرب سے نکالنے کا حکم	۳۲
۴۳	جب حاکم جہاد کا حکم دے تو سب کیلئے نکلنا فرض ہے	۳۳
۴۴	والدین کی اجازت کے بغیر جہاد ناجائز	۳۳
۴۵	حربی کافر کو غفلت میں مارنا جائز	۳۴
۴۶	جنگ میں جھوٹ بولنا جائز	۳۴

٤٧	جاسوس کو قتل کرنے کا حکم	۳۵
٤٨	**(فصل رابع): جہاد فقہاء اور علماء کے اَقوال کی روشنی میں**	۳۷
٤٩	جہاد کب فرض عین ہوتا ہے؟ فقہاءِ اَحناف کا نظریہ	۳۷
٥٠	فقہاءِ شافعیہ کا نظریہ	۳۹
٥١	فقہاءِ حنبلیہ کا نظریہ	٤٠
٥٢	فقہاءِ مالکیہ کا نظریہ	٤١
٥٣	جہاد کب فرض کفایہ ہے؟ فقہاءِ اَحناف کا نظریہ	٤١
٥٤	فقہاءِ شافعیہ کا نظریہ	٤٦
٥٥	فقہاءِ حنبلیہ کا نظریہ	٤٦
٥٦	فقہاءِ مالکیہ کا نظریہ	٤٧
٥٧	غلام، عورت، اندھے، لنگڑے اور اَپاہج وغیرہ پر جہاد فرض نہیں	٤٧
٥٨	جب دشمن حملہ آور ہو جائے تو مذکورہ اَفراد کا نکلنا بھی فرض	٤٩
٥٩	دشمن کو دعوتِ اسلام دینا کب مستحب ہے؟	٥١
٦٠	دشمن کو دعوتِ اسلام دینا کب واجب ہے؟	٥٣
٦١	غدر، غلول اور مثلہ کی ممانعت	٥٦
٦٢	عورت، بچے، شیخ فانی، اندھے اور لنگڑے کے قتل کی ممانعت	٥٧
٦٣	**(فصل خامس): میثاق مدینہ اور اُس کے نتائج**	٥٩
٦٤	میثاق مدینہ	٥٩
٦٥	میثاق مدینہ کے نتائج و اثرات	٦١
٦٦	**(فصل سادس): صلح حدیبیہ اور اُس کے نتائج**	٦٥
٦٧	صلح حدیبیہ کا واقعہ بالتفصیل	٦٥
٦٨	بیعتِ رضوان	٦٦
٦٩	صلح حدیبیہ کے نتائج اور اَثرات کا تفصیلی جائزہ	٧١
٧٠	**(فصل سابع): مسئلہ کشمیر۔ پس منظر**	٧٧

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۷۱	قرارداد اور جنگ بندی	۷۸
۷۲	بھارت کا انکار اور موجودہ صورتِ حال	۷۹
۷۳	**(فصل ثامن): مسئلہ فلسطین**	۸۰
۷٤	فلسطین کا تاریخی پس منظر	۸۰
۷۵	اسرائیل کے قیام کا منصوبہ	۸۰
۷٦	اسرائیل کا قیام اور یہودی تخریب کاریاں	۸۳
۷۷	امریکی سرپرستی اور موجودہ صورتِ حال	۸۷
۷۸	**(حصہ دوم): تحقیقی مباحث**	۸۸
۷۹	**(فصلِ اوّل): اجارہ دار کمپنیوں کے خواب**	۸۸
۸۰	**(فصلِ دوم): جہاد اور دہشت گردی میں فرق**	۹۳
۸۱	۱۱ ستمبر کے واقعہ کی حقیقت بے نقاب	۹۳
۸۲	دہشت گرد کون؟ امریکہ یا مسلمان؟	۹٦
۸۳	**(فصل سوم): گوریلا کارروائیوں کی تاریخی اور شرعی حیثیت**	۹۷
۸٤	**(فصلِ چہارم): جہاد کب فرض عین ہوتا ہے؟**	۱۰۰
۸۵	جہاد کے مقاصد کیا ہے؟	۱۰۱
۸٦	(۱): فتنے کا خاتمہ۔	۱۰۱
۸۷	(۲): غلبہ اسلام۔	۱۰۱
۸۸	(۳): کفار کا جزیہ دینا۔	۱۰۱
۸۹	(۴): کمزوروں کی مدد۔	۱۰۲
۹۰	(۵): مقتولین کا بدلہ۔	۱۰۲
۹۱	(۶): دفاع کیلئے لڑنا۔	۱۰۳
۹۲	**ماخذ و مراجع**	۱۱۰

۷۸۶

الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ

اِنتساب

میں اپنی اِس اَدنیٰ سی کوشش کو منسوب کرتا ہوں

مجاہدینِ فی سبیلِ اللہ کے سالارِ اَعظم، راہِ خدا کے مسافروں

کے قائدِ اَعظم، کائنات کی اَفضل ترین شخصیت

سیّدِ عالم، شہنشاہِ عربُ وعجم

حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کے نام جو اپنی تمام عمر اللہ تعالیٰ کی رِضاء کیلئے کُفّار اور

منافقین سے جہاد کرتے رہے۔

طالب دعاء: محمد فہیم عطاری فاضل جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

اِظہارِ تشکر

ناچیز سب سے پہلے مفتی اعظم پاکستان حضرت علامہ مولانا مفتی عبدالقیوم ہزاروی (رحمۃ اللہ علیہ) حضرت العلام شیخ الحدیث محمد عبدالحکیم شرف قادری (مدظلہ العالی) جامع المعقول والمنقول حضرت علامہ مولانا حافظ محمد عبدالستار سعیدی (مدظلہ العالی) ادیب اہلسنت حضرت علامہ مولانا محمد صدیق ہزاروی (مدظلہ العالی) مناظر اہلسنت حضرت علامہ مولانا عبدالتواب صدیقی (مدظلہ العالی) اُستاذ العلماء مفتی گل احمد عتیقی (مدظلہ العالی) حضرت علامہ مولانا محمد صدیق نظامی (مدظلہ العالی)، امامُ الصرف حضرت علامہ مولانا حافظ محمد خادم حسین رضوی (مدظلہ العالی) اور استاذ العلماء حضرت مولانا محمد رضا ثاقب مصطفائی (مدظلہ العالی) امیرِ اعلیٰ ادارۃ المصطفےٰ پاکستان ان تمام اَساتذہ کرام کا تہہِ دل سے شکر گزار ہے کہ جن کی تربیتِ کاملہ اور مکمل رہنمائی سے یہ سعادت مجھے نصیب ہوئی۔

اس کے بعد حضرت علامہ مولانا حافظ محمد شاہد اقبال (مدظلہ العالی) حضرت مولانا محمد جیلان قادری اور اپنے دوست محمد عابد قادری کا شکر گزار ہے کہ ان اَحباب نے مجھے اس مقالہ کیلئے کتب کی فراہمی میں مدد کی۔ اور پھر خاص طور پر جناب پروفیسر حافظ محمد خورشید قادری کا شکر گزار ہے جنھوں نے اِنتہائی قیمتی وقت نکال کر اس مقالے کی نظر ثانی فرمائی۔ اور سب سے آخر میں خصوصی طور پر اپنے محسن دوست جناب پروفیسر ڈاکٹر محمد ساجد قادری (پی ایچ ڈی برطانیہ) کا شکر گزار ہے جنھوں نے اس مقالے کو انٹرنیشنل معیار کے مطابق ڈھالنے کیلئے مقالے کے اُسلوب اور تقاضوں کے متعلق اور دہشت گردی کے متعلق جدید تفصیلی رہنمائی فرمائی۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ان سب حضرات کے درجات بلند فرمائے اور ان نفوسِ قدسیہ کے صدقے بندۂ ناچیز کو مزید دینِ متین کی خدمت کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ اٰمین بجاہ النبی الامین!

طالب دعاء: **محمد فہیم عطاری مصطفائی**: مدرس جامعۃ المصطفیٰ لوہیانوالہ گوجرانوالہ

تقریظ

محقق دوراں، عظیم مذہبی سکالر، جناب حضرت مولانا، مفتی، ڈاکٹر

محمد اشرف آصف جلالی صاحب مدظلہ العالی

پی ایچ ڈی پنجاب یونیورسٹی، فاضل بغداد یونیورسٹی، پرنسپل جامعہ جلالیہ رضویہ مظہرُ الاسلام لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ الکریم۔

قرطاس وقلم سے مافی الضمیر کا اظہار ہر دور میں پسند بھی کیا گیا ہے اور اہم بھی سمجھا گیا ہے، بالخصوص شرعی اُحکام کو نوکِ قلم پر لانا اور اُنکی تفصیل کرنا یہ ہمیشہ اصحابِ علم وحکمت کا وظیفہ رہا ہے۔ احکامِ شرعیہ میں جہاد کی ایک منفرد اہمیت ہے جسکی وجہ سے دشمنوں پر اسلام کا رُعب طاری رہتا ہے۔ تاریخی پس منظر کے لحاظ سے مسلم اُمہ کی میدانِ جہاد میں برتری سے غلبۂ اسلام اور شوکتِ دین کے مناظر سامنے آئے۔ عصر حاضر میں جہاں جہاد کرنے کے عملی تقاضے بڑھ گئے ہیں۔ ایسے ہی اس کے علمی تقاضے بھی بڑھ گئے ہیں۔

غیر مسلم اَقوام کی طرف سے مسلسل فریضۂ جہاد کو تنقید کا نشانہ بنایا جا رہا ہے۔ ان کے ایجنٹ اسلام کا رُوپ دھار کر جہاد کی فرضیت بلکہ مشروعیت کو چیلنج کر رہے ہیں۔ کچھ جہادی کاز کیلئے ابہام کی فضا پیدا کر رہے ہیں۔ ایسے میں یہ ضروری تھا کہ جہاد کی فرضیت، مقصدیت، حکمت، شرائط، آداب، عوارض، علل اور اہم جزئیات کو اُجاگر کیا جائے۔ بالخصوص جب جہاد کو دہشت گردی کا نام دینے پر ہر باطل مُصر ہے۔ تو اس الزام کا جواب دینا اور تعلیماتِ جہاد کو اُجاگر کرنا نہایت ضروری ہو چکا ہے۔

اس تناظر میں نوجوان سکالر، جامعہ جلالیہ رضویہ مظہر الاسلام لاہور کے سینئر مدرس، حضرت مولانا محمد فہیم قادری صاحب زید مجدہ کے قلم نے آیات، اَحادیث اور نصوصِ فقہ پر مشتمل جامع مقالہ تیار کر کے وقت کی ضرورت کو پورا کیا ہے۔ میں نے چند مقامات سے اس کا مطالعہ کیا ہے۔ حلقۂ تحقیق وتدقیق کیلئے یہ بہترین سوغات ہے، اللہ تعالیٰ فاضلِ ممدوح کے قلم کو مزید بلندیاں سَر (طے) کرنے کی توفیق عطاء فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الامین!

محمد اشرف آصف جلالی (۸ربیع الاول شریف ۱۴۲۶ھ، ۱۸اپریل ۲۰۰۵ء)

تقریظ

استاذ العلماء، مفکر اسلام، حضرت علامہ مولانا

محمد صدیق ہزاروی صاحب دامت برکاتہ العالیہ

شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

جہاد کا بنیادی مقصد فتنہ وفساد کا قلع قمع کرنا ہے ورنہ دین اسلام میں ایسی کشش موجود ہے کہ وہ اپنے نفوس کیلئے کسی بیرونی سہارے کا محتاج نہیں جس کی واضح مثال اسلام کا ابتدائی دور ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے جہاد کے بغیر اسلام کے عدل وانصاف پر مبنی نظام کو دور دور تک پھیلایا اور اس سلسلے میں بنیادی کردار آپ کے اخلاقِ عالیہ نے ادا کیا۔ سرکار دو عالم ﷺ نے نگاہ نبوت سے جو مستقبل اور بے شمار پردوں میں چھپی ہوئی بات کو بھی تلاش کر لیتی ہے، یہ جان لیا تھا کہ دشمنان اسلام کی فتنہ پردازیاں کبھی نہیں رکیں گی اور دینِ حق کے خلاف ان کی سازشیں ہمیشہ زوروں پر رہیں گی، اسلئے آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''اَلْجِهَادُ مَاضٍ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ۔'' یعنی جہاد قیامت تک جاری رہے گا۔ جہاد کے بارے قرآن وسنت کی تعلیمات کو نہایت واضح طور پر اور عصرِ حاضر کے تقاضوں کے مطابق منظرِ عام پر لانا اور مسلمانوں کو جو بہت جلد دشمن کے پراپیگنڈے کا شکار ہو جاتے ہیں نیز اعتدال پسند غیر مسلموں کو یہ بتانا ضروری تھا کہ جہاد اور دہشت گردی میں بہت بڑا فرق ہے ان دونوں کو ایک قرار دینا جہالت اور بددیانتی ہے۔

فاضلِ نوجوان حضرت علامہ مولانا محمد فہیم قادری سلمہ اللہ عظیم علمی و دینی درسگاہ جامعہ نظامیہ رضویہ کے قابلِ فخر فضلاء میں سے ہیں۔ انہوں نے تنظیم المدارس کے امتحان درجہ عالمیہ کیلئے تحریر کردہ مقالہ افادۂ واستفادۂ عام کیلئے زیور طبع سے آراستہ کرنے کا ارادہ کیا جو بہترین سعی ہے۔ راقم نے اس قیمتی مقالہ کو جگہ جگہ سے دیکھا تو اس کے مواد اور ترتیب کو قابلِ رشک پایا، یقیناً یہ کتاب اپنے وقت کی اہم ضرورت ہے اور اہلسنت وجماعت کی تحقیقی کاوشوں میں سنہرا اضافہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو شرفِ قبولیت اور مصنف کو اجرِ عظیم عطاء فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الامین!

محمد صدیق ہزاروی جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور۔ ۲/۴/۲۰۰۵ء

﴿ مقدمہ ﴾

"الحمد للّٰہِ الذی فضل المجاھدین فی سبیل اللّٰہ علی القاعدین درجۃً والصلوۃ والسلام علی سیدنا محمد ن النبی ﷺ الذی کان لایزال یجاھد الکفار والمشرکین والمنافقین لاعلاء کلمۃ اللّٰہ وخاتمۃِ الفتنۃِ الّتی ھی اشد من القتل وعلی اٰلہ واصحابہ الذین کانوا یشتغلون نفوسھم واموالھم واولادھم فی الجھاد لاتباع النبی ﷺ وسائر المؤمنین الذین یتبعون النبی ﷺ واصحابہ الی یوم القیمۃ امابعد:

اِسلام اور جہاد لازم وملزوم ہیں، دیگر الفاظ میں اِسلام کی اکائی میں جہاد جزوِ لاینفک کا مقام رکھتا ہے جسے اُمتِ مسلمہ کے جسدِ سیاست سے خارج کرنے کی صورت میں وہ بنیاد مُنہدِم ہو جائے گی جس پر گذشتہ چودہ صدیوں سے اِسلام کا رفیع الشان قصرِ تعمیر ہے۔ اِس دنیا میں جو کہ رزم گاہِ خیر وشر ہے، خیر ونیکی اور حق کی طاقتیں شر کی نمائندہ بولہبی قوتوں سے برسرِ پیکار ہیں اور یہ سلسلہ اَبدُ الآباد تک جاری رہے گا۔ ایک مُسلَّمہ صداقت جسے بار بار تاریخ کی کسوٹی پر پرکھا گیا ہے اِس امر کی شاہد ہے کہ اَنجام کار باطل قوتیں اپنے بے پناہ مادی وسائل، آلاتِ ضرب وحرب کی کثرت اور کر وفر کے باوجود حق کے مقابلے میں خائب وخاسر اور نامراد ہوئیں ہیں۔ اِس معجزہ کی تازہ ترین مثال جذبۂ جہاد سے سرشار افغان مجاھدین کی مومنانہ یلغار اور افغانیوں کے سامنے بے بس ہو کر دنیا کی عظیم سپر پاور روس کی ہر قسم کے جدید اسلحہ سے لیس قاہرانہ عسکری اَفواج کی سرزمینِ افغانستان سے ذلت آمیز پسپائی کی صورت میں ہوئی۔ جس کے مابعد اَثرات نے اشتراکیت کے غبارے سے ہوا نکال کر رکھ دی اور آج کارل مارکس، اینجلز اور لینن کے نظریات کی دھجیاں نہ صرف مشرقی یورپ بلکہ خود روس کی فضاؤں میں ہر سو بکھرتی دکھائی دے رہی ہیں۔

جہادِ اِسلام کی حرکی قوت کا ناقابلِ تسخیر جذبہ ہے۔ اِبلیسی نظام کے کارندے ہمہ وقت اِن سازشوں اور

ریشہ دوانیوں کے جال پھیلانے میں مصروف ہیں کہ اُمت مسلمہ کہیں اپنے منتشر شیرازے کو مجتمع کر کے
اَز سرِ نو اُپنے پیکرِ خاکی میں وہ قوت وتوانائی نہ پیدا کر لے جو جذبہ جہاد سے نمُو ہوتی ہے، شاطرانہ مغربی
ذہنیت نے اس جذبہ جہاد کو سرد کرنے کیلئے مسلمانوں میں قادیانیت کا فتنہ پیدا کیا جس نے اپنے
آقاؤں کی کاسہ لیسی میں جہاد کو یک قلم موقوف کر کے رکھ دیا۔لیکن بحمد اللہ عصرِ حاضر کے تقاضوں کے
تحت عالمِ اسلام میں بیداری کی ایک لہر سی اُٹھتی نظر آتی ہے اور حکیم الامت ڈاکٹر محمد اقبال نے نگاہ
بصیرت سے دیکھتے ہوئے پیشین گوئی فرمائی تھی کہ

کتابِ ملتِ بیضا کی پھر شیرازہ بندی ہے
یہ شاخِ ہاشمی کرنے کو ہے پھر برگ وبر پیدا

اس کے پورا ہونے کا وقت اب زیادہ دور نہیں۔اللہ ﷻ کا ارشاد گرامی ہے:

﴿وَجَاهِدُوا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ﴾ (۱)

ترجمہ: ''اور اللہ ﷻ کی راہ میں جہاد کرو جیسا کہ جہاد کرنے کا حق ہے۔''

اور اسی طرح متعدد مقامات پر جہاد کی فرضیت کا حکم اُمتِ مسلمہ کو اس طرف متوجہ کر رہا ہے کہ اگر جہاد
کی سرتابی اور پہلوتہی کو اس نے اپنا شعار بنالیا تو پھر روئے زمین پر اس کی آبرومندانہ بقا اور استحکام کا
کوئی امکان نہیں رہے گا کیونکہ اسلام کی زندگی ہی ہمہ تن جہاد میں مضمر ہے۔

تنظیم المدارس ہر سال طلبہ کو نئے موضوعات پر قلم اُٹھانے کا موقع فراہم کرتی ہے تاکہ طلباء کی
تحریری، تحقیقی اور اَدبی صلاحیتیں اُجاگر ہوسکیں تو درجہ حدیث کے سال ارسال کیے گئے موضوعات میں
سے راقم نے جس کا انتخاب کیا وہ ہے۔'' جہاد اور دہشت گردی میں فرق (قرآن وسنت کی روشنی میں)
نیز صلح حدیبیہ اور میثاقِ مدینہ سے مرتب ہونے والے اثرات کا تفصیلی جائزہ اور عصرِ حاضر میں جہاد کے
تقاضے۔'' لہٰذا موضوع کی اہمیت کے پیشِ نظر اب اس مقالے کو بزمِ جلالیہ رضویہ لاہور کے تعاون
سے منظرِ عام پر پیش کیا جا رہا ہے۔

طالبِ دعاء: محمد فہیم قادری

(۱) الحج:۷۸۔

﴿مقالے کا تعارف اور اُسلوب﴾

عنوان: ''جہاد اور دہشت گردی میں فرق (قرآن وسنت کی روشنی میں) نیز صلح حدیبیہ اور میثاق مدینہ سے مرتب ہونے والے اثرات کا تفصیلی جائزہ اور عصرِ حاضر میں جہاد کے تقاضے۔''

ذریعہ تحقیق

اس مقالے کیلئے مواد مختلف اُمہات کتب سے تلاش کیا گیا ہے، اس کے ساتھ ساتھ چند موضوعات پر براہِ راست عُلمائے کرام سے استفادہ بھی کیا گیا ہے اور دوسرے حصے میں شامل چند تحقیقی مباحث کیلئے مختلف اخبارات اور رسائل سے بھی استفادہ کیا گیا ہے۔ تمام ترکتب کی تفصیل اور علمائے کرام کے نام مقالے میں دے دیئے گئے ہیں۔

مقالے کے اُسلوب اور ابواب کی تقسیم

مقالہ نگاری کے جدید تقاضوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے محض الفاظی سے گریز کرتے ہوئے تحقیقی انداز اختیار کیا گیا ہے اور مواد کو جمع کرتے ہوئے اسکی صحت، حوالہ جات اور مضمون سے مطابقت پر خاص توجہ دی گئی ہے۔ مقالے کی تقسیم کچھ اس طرح ہے، مکمل مقالہ دو حصوں پر مشتمل ہے۔

(۱) حصہ اوّل: حوالے کے طور پر جمع کیے جانے والے تحقیقی مواد پر مشتمل ہے۔

(۲) حصہ دوم: تحقیقی مباحث پر مشتمل ہے۔

پھر حصہ اوّل کی کل آٹھ فصلیں ہیں۔

فصلِ اوّل: میں جہاد کی لغوی تحقیق شامل ہے۔

فصلِ ثانی: میں موضوع سے مطابقت رکھنے والی قرآنی آیات کو جمع کیا گیا ہے۔

فصلِ ثالث: میں جہاد کے موضوع سے مطابقت رکھنے والی احادیث کو بمع حوالہ جمع کیا گیا ہے۔

فصلِ رابع: میں جہاد سے متعلق فقہاء اور علماء کے اقوال ومذاہب اور تحقیق کو ذکر کیا گیا ہے۔

فصلِ خامس: میں میثاق مدینہ اور اُس کے نتائج واثرات پر تفصیلی گفتگو کی گئی ہے۔

فصلِ سادس: میں صلح حدیبیہ اور اُس کے نتائج واثرات پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔

فصلِ سابع: میں مسئلہ کشمیر کی تاریخ اور موجودہ صورتِ حال کو بیان کیا گیا ہے۔

فصلِ ثامن: میں مسئلہ فلسطین کا تاریخی پسِ منظر اور موجودہ صورتِ حال کا جائزہ لیا گیا ہے۔

پھر حصہ دوم پانچ فصلوں پر مشتمل ہے۔

فصلِ اول: میں موجودہ دور کے جہاد اور دہشت گردی سے متعلق پروپیگنڈہ کا تفصیلی پسِ منظر پیش کیا گیا ہے اور اُس کی نفسیاتی اور سائنسی بنیادیں تلاش کی گئی ہیں۔

فصلِ دوم: میں شرعی اور تاریخی حوالے سے جہاد اور دہشت گردی میں فرق کو واضح کیا گیا ہے اور ۱۱ ستمبر کو امریکہ میں ہونے والی تباہی کی حقیقت کو جدید حوالہ جات سے بے نقاب کیا گیا ہے۔

فصلِ سوم: میں فدائی حملوں اور گوریلا کارروائیوں کا تاریخی اور شرعی حوالہ سے جائزہ لیا گیا ہے اور اس سلسلے میں قرآن وسنت سے رہنمائی لی گئی ہے۔

فصلِ چہارم: میں حصہ اول میں دیئے گئے تحقیقی مواد سے ثابت ہونے والے چند اُمور کو بیان کیا گیا ہے۔ مثلاً جہاد کی اصطلاحی تعریف، جہاد کے مقاصد، جہاد کب فرضِ عین اور کب فرضِ کفایہ ہوتا ہے؟ اور جہاد کے مقاصد کی روشنی میں یہ واضح کیا گیا ہے کہ مسئلہ کشمیر اور فلسطین وغیرہ کے حل کیلئے مجاہدین کی جدِ وجہد دہشت گردی نہیں بلکہ شرعی جہاد ہے اور عین شریعت کے مطابق ہے۔

☆/☆/☆/☆/☆/☆

☆/☆/☆/☆

☆/☆

حصہ اوّل: تحقیقی مواد

فصلِ اوّل: جہاد کی لغوی تحقیق

لفظ جہاد (جُہد) سے مُشتق ہے جس کا معنی ہے کوشش کرنا، محنت کرنا۔ لفظ جہاد بابِ مُفاعلہ سے استعمال ہوا ہے اور بابِ مُفاعلہ کے اکثر مصادر میں فریقین کی شرکت ہوتی ہے اور ایک دوسرے پر غالب آنے کا مفہوم ہوتا ہے۔ لہذا اب اُردو زبان میں جہاد یا مُجاہدہ کا معنی ہوگا کوششوں کا تصادم کوششوں کا ٹکراؤ اور کوششوں کا مقابلہ۔ (۱)

تاج العروس شرح القاموس میں علامہ زُبیدی فرماتے ہیں:

﴿ الجهد بالفتح الطاقة وبضم ايضاً والجهد بالفتح فقط المشقة قال ابن الاثير قد تكرر لفظ الجَهد والجُهد فى الحديث وهو بالفتح المشقة وقيل المبالغة والغاية وبالضم الوسع، الطاقة ،قيل هما لغتان فى الوسع والطاقة فاما فى المشقة والغاية فالفتح لاغير وفى التنزيل " والذين لا يجدون الا جهدهم ۔" (التوبة :۷۹) والجهاد بالكسر القتال مع العدو كا لمجاهدة ،قال الله تعالى " وجاهدوا فى سبيل الله حق جهاده ۔" (الحج : ۷۸) يقال جاهد العدو ومجاهدة وجهادا قاتله وفى الحديث " لا هجرة بعد الفتح ولكن جهاد ونية " ونية الجهاد محاربة الاعداء، وهو المبالغة واستفراغ ما فى الوسع والطاقة من قول اوفعل والمراد بالنية اخلاص العمل لله تعالى وحقيقة الجهاد كمال ،قال الراغب استفراغ الوسع والجهد فيما لا يرتضى وهو ثلاثة اضرب : مجاهدة العدو الظاهر والشيطان والنفس وتدخل الثلاثة فى قوله تعالى " وجاهدو فى الله حق

(۱)۔ جہاد بالقرآن:۹۔

جهادہ'' (الحج: ۷۸) ۔(۱)

ترجمہ: ''علامہ زبیدی فرماتے ہیں کہ جَہد اور جُہد کا معنی طاقت، وسعت اور مشقت اور جہد صرف مشقت کے معنی میں آتا ہے۔ علامہ ابن اثیر جزری نے کہا ہے کہ حدیث پاک میں جہد اور جُہد کے الفاظ بکثرت استعمال ہوئے ہیں، جَہد کا معنی مشقت اور جُہد کا معنی طاقت اور وسعت ہیں۔ ایک قول کے مطابق یہ دونوں طاقت اور وسعت کے معنی میں مستعمل ہوتے ہیں لیکن مشقت کے معنی میں صرف جَہد ہی استعمال ہوتا ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

﴿ وَالَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ اِلَّا جُهْدَهُمْ ﴾ (۲)

ترجمہ: ''اور اُن کو جو نہیں پاتے مگر اپنی محنت سے۔''

اور لفظ جہاد دشمن سے قتال کرنے کے معنی میں بھی استعمال ہوا ہے۔

جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَجَاهِدُوْا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ ﴾ (۳)

ترجمہ: ''اور اللہ کی راہ میں جہاد کرو جیسا حق ہے جہاد کرنے کا۔''

اور عرب میں یہ محاورہ بولا جاتا ہے ''**جاهد العدو**'' یعنی اس نے دشمن سے قتال کیا۔ اور حدیث پاک میں ہے '' **لاهجرة بعد الفتح ولكن جهاد ونية** '' یعنی فتح مکہ کے بعد کوئی ہجرت نہیں البتہ قتال اور نیت ہے اور جہاد کا معنی یہ بھی ہے کہ دشمنوں سے جنگ کرنے میں اپنے قول یا فعل سے اپنی پوری طاقت اور وسعت خرچ کر دینا اور نیت سے مراد اخلاصِ عمل ہے۔ علامہ راغب اصفہانی فرماتے ہیں کہ جہاد کی حقیقت یہ ہے کہ اپنی خواہش کے خلاف اپنی طاقت اور وسعت خرچ کر دینا اور اس کی تین قسمیں ہیں۔ (۱): ظاہری دشمن سے جہاد کرنا۔ (۲): شیطان سے جہاد کرنا۔ (۳): نفس کے خلاف جہاد کرنا اور یہ تینوں قسمیں قرآن پاک کی اس آیت کریمہ میں پائی جاتی ہیں۔''

---

(۱)۔ تاج العروس شرح القاموس ۳۳۰/۲۔

(۲)۔ التوبہ: ۷۹۔

(۳)۔ الحج: ۷۸۔

﴿ وَجَاهِدُوْافِی اللّٰہِ حَقَّ جِهَادِہٖ ﴾ (۱)

ترجمہ: ''اور اللہ کی راہ میں جہاد کرو جیسا حق ہے جہاد کرنے کا۔''

اسی طرح ارشادُ الساری شرح بخاری میں ہے:

﴿ والجهاد بكسر الجيم مصدر جاهدت العدو ومجاهدة وجهادا واصله جيهاد كقيتال مخفف بحذف الياء وهو مشتق من الجهد بفتح الجيم وهو التعب والمشقة لمافيه من ارتكابها او من الجهد بالضم وهو الطاقة لان كل واحد منهما بذل طاقته فى دفع صاحبه ﴾ (۲)

ترجمہ: ''اور لفظِ جہاد مصدر ہے جیسا کہ عرب کا محاورہ ہے '' **جاهدت العدوو مجاهدة وجِهادا**'' یعنی تو نے دشمن سے قتال کیا، اور جہاد اصل میں جیہاد تھا، پھر علمائے عرب نے یاء کو حذف کر کے تخفیف کر دی تو جہاد رہ گیا اور یہ جہاد یا تو جَہد سے مشتق ہے جس کا معنی ہے مشقت اور تکلیف اسلئے کہ جہاد میں مشقت اُٹھانا پڑتی ہے یا پھر جہاد جُہد سے مشتق ہے جس کا معنی ہے طاقت اسلئے کہ جہاد میں طرفین میں سے ہر ایک اپنے ساتھی کو شکست دینے کیلئے اپنی طاقت خرچ کرتا ہے۔''

☆/☆/☆/☆/☆/☆/☆/☆/☆/☆

☆/☆/☆/☆/☆/☆/☆

☆/☆/☆/☆/☆

☆/☆/☆

☆

---

(۱)۔الحج: ۷۸۔

(۲)۔ارشاد الساری شرح بخاری: ۳۱/۵۔

﴾فصل ثانی﴿

جہاد قرآن کی روشنی میں

اس سلسلے میں پچیس (۲۵) آیات کو ذکر کیا گیا ہے اور موضوع کے مطابق تقریباً اکیس (۲۱) آیات کے حوالہ جات ذکر کئے گئے ہیں۔

[1]: جہاد فرض ہے

جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ وَعَسَى أَن تَكْرَهُوا شَيْئاً وَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَعَسَى أَن تُحِبُّوا شَيْئاً وَهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ﴾ (۱)

ترجمہ: ''تم پر فرض ہوا خدا کی راہ میں لڑنا اور وہ تمہیں ناگوار ہے اور قریب ہے کہ کوئی بات تمہیں بُری لگے اور وہ تمہارے حق میں بہتر ہو اور قریب ہے کہ کوئی بات تمہیں پسند آئے اور وہ تمہارے حق میں بُری ہو اور اللہ جل جلالہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔''

[2]: فتنے کے خاتمے تک جہاد

جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ﴾ (۲)

ترجمہ: ''اور اُن سے لڑو یہاں تک کہ کوئی فتنہ نہ رہے۔''

[3]: غلبۂ اسلام کیلئے جہاد

جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونَ الدِّينُ كُلُّهُ لِلَّهِ فَإِنِ انتَهَوْا

---

(۱)۔البقرہ: ۲۱۶۔

(۲)۔البقرہ: ۱۹۳۔

﴿فَاِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ﴾ (۱)

ترجمہ: ''اور اگر اُن سے لڑو یہاں تک کہ کوئی فساد باقی نہ رہے اور سارا دین اللہ ﷻ ہی کا ہو جائے اگر پھر وہ باز رہیں تو اللہ اُن کے کام دیکھ رہا ہے۔''

[4]: کفار کے جزیہ دینے تک جہاد

جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَلَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَلَا يَدِيْنُوْنَ دِيْنَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ﴾ (۲)

ترجمہ: ''لڑو اُن سے جو ایمان نہیں لاتے اللہ ﷻ پر اور قیامت پر اور حرام نہیں مانتے اُس چیز کو جس کو حرام کیا اللہ ﷻ اور اُس کے رسول ﷺ نے اور سچے دین کے تابع نہیں ہوتے یعنی وہ جو کتاب دیئے گئے جب تک اپنے ہاتھ سے جزیہ نہ دیں ذلیل ہو کر۔''

[5]: کمزوروں کی مدد کیلئے جہاد

جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا وَاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا وَّاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ نَصِيْرًا﴾ (۳)

ترجمہ: ''اور تمہیں کیا ہوا کہ نہ لڑو اللہ ﷻ کی راہ میں اور کمزور مردوں اور عورتوں اور بچوں کے واسطے یہ دعا کر رہے ہیں کہ اے ہمارے رب ﷻ! ہمیں اس بستی سے نکال جس کے لوگ ظالم ہیں اور ہمیں اپنے پاس سے کوئی حمایتی دے دے اور ہمیں اپنے پاس سے کوئی مددگار دے دے۔''

---

(۱)۔ الانفال: ۳۹۔

(۲)۔ التوبہ: ۲۹۔

(۳)۔ النساء: ۷۵۔

[6]: مقتولین کا بدلہ لینے کیلئے جہاد

جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے :

﴿ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الْقِصَاصُ فِی الْقَتْلٰی ﴾ (۱)

ترجمہ: ''اے ایمان والو! تم پر فرض ہے کہ جو ناحق مارے جائیں ان کے خون کا بدلہ لو۔''

[7]: معاہدہ توڑنے پر جہاد

جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَاِنْ نَّکَثُوْا اَیْمَانَھُمْ مِّنْ بَعْدِ عَھْدِھِمْ وَطَعَنُوْا فِیْ دِیْنِکُمْ فَقَاتِلُوْا اَئِمَّةَ الْکُفْرِ اِنَّھُمْ لَا اَیْمَانَ لَھُمْ لَعَلَّھُمْ یَنْتَھُوْنَ ﴾ (۲)

ترجمہ: ''اور اگر عہد کر کے اپنی قسمیں توڑیں اور تمہارے دین پر منہ آئیں تو کفر کے سرغنوں سے لڑو۔''

[8]: دفاع کیلئے جہاد

جیسا کی ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَقَاتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَکُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ ﴾ (۳)

ترجمہ: ''اور اللہ جل جلالہ کی راہ میں لڑو ان سے جو تم سے لڑتے ہیں اور حد سے نہ بڑھو، اللہ پسند نہیں رکھتا حد سے بڑھنے والوں کو۔''

[9]: مقبوضہ علاقہ چھڑوانے کیلئے جہاد

جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

(۱)۔ البقرہ:۱۷۸۔

(۲)۔ التوبہ:۱۲۔

(۳)۔ البقرہ:۱۹۰۔

﴿ وَاقْتُلُوهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوهُمْ وَاَخْرِجُوهُمْ مِنْ حَيْثُ اَخْرَجُوكُمْ ﴾(١)

ترجمہ: ''اور کافروں کو جہاں پاؤ مارو اور انہیں نکال دو جہاں سے انہوں نے تمہیں نکالا ہے۔''

[10]: مظلوموں کو جہاد کی اجازت

جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ اُذِنَ لِلَّذِیْنَ یُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰی نَصْرِهِمْ لَقَدِیْرٌ ﴾ (٢)

ترجمہ: ''پروانگی (اجازت) عطا ہوئی انہیں جن سے کافر لڑتے ہیں اس بنا پر کہ اُن پر ظلم ہوا اور بے شک اللہ ﷻ اُن کی مدد کرنے پر ضرور قادر ہے۔''

[11]: جہاد فی سبیل اللہ ہونا چاہیے

جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ الطَّاغُوْتِ ﴾ (٣)

ترجمہ: ''ایمان والے اللہ ﷻ کی راہ میں لڑتے ہیں اور کفار شیطان کی راہ میں لڑتے ہیں۔''

اسی مضمون کی مزید آیات کے حوالہ جات مندرجہ ذیل ہیں: (٤)

[12]: کفار سے جہاد کا حکم

جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِیْنَ وَاغْلُظْ عَلَیْهِمْ ﴾ (٥)

ترجمہ: ''اے غیب کی خبریں دینے والے (نبی) جہاد فرماؤ کافروں اور منافقوں پر اور اُن پر سختی کرو۔''

(١)۔ البقرۃ:١٩١۔

(٢)۔ الحج:٣٩۔

(٣)۔ النساء:٧٦۔

(٤)۔ [١]۔ النساء:٩٥۔ [٢]۔ التوبۃ:١١١۔ [٣]۔ النساء:٨٤۔ [٤]۔ التوبۃ:٣٨۔ [٥]۔ الصف:١١۔ [٦]۔ النساء:٧٤۔ [٧]۔ النساء:٩٥۔ [٨]۔ التوبۃ:٤٣۔ [٩]۔ التوبۃ:٤١۔ [١٠]۔ التوبۃ:٨١۔ [١١]۔ البقرۃ:١٩٠۔

(٥)۔ التوبۃ:٧٣۔

اِسی مضمون کی مزید آیات کے حوالہ جات یہ ہیں:(۱)

[13]: مال و جان سے جہاد

جیسا کہ اِرشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ اَلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَهَاجَرُوۡا وَجَاهَدُوۡا فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰهِ بِاَمۡوَالِهِمۡ وَاَنۡفُسِهِمۡ اَعۡظَمُ دَرَجَةً عِنۡدَ اللّٰهِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الۡفَآئِزُوۡنَ ﴾ (۲)

ترجمہ: ''وہ جو ایمان لائے اور ہجرت کی اور اپنے مال و جان سے اللہ ﷻ کی راہ میں لڑے، اللہ ﷻ کے یہاں اُن کا درجہ بڑا ہے اور وہی مراد کو پہنچے۔''

اِسی مضمون کی مزید آیات کے حوالہ جات یہ ہیں: (۳)

[14]: جہاد فرض عین ہے

جیسا کہ اِرشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا مَا لَكُمۡ اِذَا قِیۡلَ لَكُمُ انۡفِرُوۡا فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰهِ اثَّاقَلۡتُمۡ اِلَی الۡاَرۡضِ ﴾ (٤)

ترجمہ: ''اے ایمان والو! تمہیں کیا ہوا جب تم سے کہا جائے کہ خدا ﷻ کی راہ میں کوچ کرو تو بوجھ کے مارے زمین پر بیٹھ جاتے ہو۔''

دوسرے مقام پر اِرشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ اِنۡفِرُوۡا خِفَافًا وَّ ثِقَالًا ﴾ (٥)

ترجمہ: ''کوچ کرو ہلکی جان سے چاہے بھاری دل سے۔''

---

(۱)۔"[۱]۔التوبہ: ۱۲۳۔[۲]۔التوبہ :۵۔[۳]۔محمد: ۴"۔

(۲)۔التوبہ:۲۰۔

(۳)۔"[۱]۔النساء:۹۵۔[۲]۔التوبہ:۸۱۔[۳]۔التوبہ:۸۸۔[۴]۔التوبہ:۴۱۔[۵]۔الصف:۱۱"۔

(٤)۔التوبہ:۳۸۔

(٥)۔التوبہ:۴۱۔

[15]: جہاد فرضِ کفایہ ہے

جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ دَرَجَةً كُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ﴾ (۱)

ترجمہ: ''اللہ ﷻ نے اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ جہاد کرنے والوں کا درجہ بیٹھنے والوں سے بڑا کیا اور اللہ ﷻ نے سب سے بھلائی کا وعدہ فرمایا۔'' اس آیتِ کریمہ سے معلوم ہوا کہ جہاد فرض کفایہ ہے کیونکہ جہاد فرضِ عین ہونے کی صورت میں جہاد نہ کرنے والوں کیلئے اچھی عاقبت کا وعدہ نہ کیا جاتا۔

[16]: باغیوں کے خلاف جہاد

جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ فَقَاتِلُوا الَّتِيْ تَبْغِيْ حَتّٰى تَفِيْءَ اِلٰى اَمْرِ اللّٰهِ ﴾ (۲)

ترجمہ: ''اس زیادتی والے سے لڑو یہاں تک کہ وہ اللہ ﷻ کے حکم کی طرف پلٹ آئے۔''

[7]: دشمن حملہ کردے تو جہاد فرض عین ہو جاتا ہے

جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ مَا كَانَ لِاَهْلِ الْمَدِيْنَةِ وَمَنْ حَوْلَهُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ اَنْ يَّتَخَلَّفُوْا عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ وَلَا يَرْغَبُوْا بِاَنْفُسِهِمْ عَنْ نَّفْسِهٖ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ لَا يُصِيْبُهُمْ ظَمَاٌ وَّلَا نَصَبٌ وَّلَا مَخْمَصَةٌ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ﴾ (۳)

ترجمہ: ''مدینہ والوں اور ان کے گرد دیہات والوں کو لائق نہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ سے پیچھے بیٹھ رہیں اور نہ یہ کہ اُن کی جان سے اپنی جان پیاری سمجھیں یہ اسلئے کہ انھیں کہیں پیاس یا تکلیف یا بھوک اللہ کی راہ میں نہ پہنچتی۔''

---

(۱)۔ النساء: ۹۵۔

(۲)۔ الحجرات: ۹۔

(۳)۔ التوبہ: ۱۲۰۔

[18]: جہاد یعنی جنگ میں مسلمان کا میدان سے فرار حرام ہے

جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ يَآيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوٓا اِذَا لَقِيتُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا زَحفاً فَلَا تُوَلُّوهُمُ الاَدبَارَ ﴾

ترجمہ: ''اے ایمان والو جب کافروں کے لشکر سے تمہارا مقابلہ ہو تو انھیں پیٹھ نہ دو۔'' (۱)

[19]: دعوتِ اسلام دیئے بغیر بھی کفار پر حملہ جائز ہے

جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ فَاقتُلُوا المُشرِكِينَ حَيثُ وَجَدتُّمُوهُمْ ﴾ (۲)

ترجمہ: ''تو مشرکوں کو مارو جہاں پاؤ۔''

[20]: جہاد میں کافر کی جان اور مال محترم نہیں

جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ مَاقَطَعتُم مِّن لِّينَةٍ اَو تَرَكتُمُوهَا قَائِمَةً عَلٰى اُصُولِهَا فَبِاِذنِ اللهِ وَلِيُخزِيَ الفَاسِقِينَ ﴾ (۳)

ترجمہ: ''جو درخت تم نے کاٹے یا اُن کی جڑوں پر قائم چھوڑ دیے یہ سب اللہ ﷻ کی اجازت سے تھا اور اس لئے کہ فاسقوں کو رسوا کرے۔''

[21]: جہاد کی تیاری اور سامان جنگ کی فراہمی بھی فرض ہے

جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَاَعِدُّوا لَهُم مَّا استَطَعتُم مِّن قُوَّةٍ وَّمِن رِّبَاطِ الخَيلِ تُرهِبُونَ بِهٖ عَدُوَّ اللهِ وَعَدُوَّكُم ﴾ (٤)

(۱)۔ الانفال: ۱۵۔

(۲)۔ التوبہ: ۵۔

(۳)۔ الحشر: ۵۔

(٤)۔ الانفال: ٦۰۔

ترجمہ : ''اور اُن کیلئے تیار رکھو جو قوت تمھیں بن پڑے اور جتنے گھوڑے باندھ سکو کہ ان سے اُن کے دلوں میں دھاک بٹھاؤ جو اللہ جل جلالہ کے دشمن اور تمہارے دشمن ہیں۔''

[22] : جنگ میں حد سے تجاوز کی اجازت نہیں

جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَلَا تَعْتَدُوْا ﴾ (۱)

ترجمہ: ''اور حد سے نہ بڑھو۔''

جبکہ دوسرے مقام پر ہے:

﴿ فَلَا عُدْوَانَ اِلَّا عَلَى الظّٰلِمِيْنَ ﴾ (۲)

ترجمہ: ''تو زیادتی نہیں مگر ظالموں پر۔''

[23]: دشمن کی جنگ بندی کی پیشکش قبول کرنا لازم ہے

جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَاِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ﴾ (۳)

ترجمہ: ''اور اگر وہ صلح کی طرف جھکیں تو تم بھی جھکو اور اللہ جل جلالہ پر بھروسہ رکھو۔''

[24] : دشمن مسلمانوں کو مذہبی آزادی نہ دے تو جہاد فرض ہے

جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ اَلَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ اِلَّا اَنْ يَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ﴾ (٤)

ترجمہ: ''اور وہ جو اپنے گھروں سے ناحق نکالے گئے صرف اتنی بات پر کہ انہوں نے کہا کہ ہمارا رب اللہ جل جلالہ ہے۔''

---

(۱)۔ البقرہ: ۱۹۰۔

(۲)۔ البقرہ: ۱۹۳۔

(۳)۔ الانفال: ٦١۔

(٤)۔ الحج: ٤٠۔

[25]: جب کوئی قوم دین کی توہین کرے تو اُن سے جہاد کرنا بھی فرض ہے

جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَاِنْ نَّكَثُوْا اَيْمَانَهُمْ مِّنْ بَعْدِ عَهْدِهِمْ وَطَعَنُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ فَقَاتِلُوْا اَئِمَّةَ الْكُفْرِ ﴾ (۱)

ترجمہ: ''اور اگر عہد کرکے اپنی قسمیں توڑیں اور تمہارے دین پر منہ آئیں تو کفر کے سرغنوں سے لڑو۔''

☆/☆/☆/☆/☆/☆/☆/☆/☆/☆/☆/☆

☆/☆/☆/☆/☆/☆/☆/☆/☆

☆/☆/☆/☆/☆/☆/☆

☆/☆/☆/☆/☆

☆/☆/☆

☆

(۱)۔ التوبہ: ۱۲۔

فصل ثالث

جہاد اَحادیث کی روشنی میں

اس سلسلے میں کل چونسٹھ (۶۴) اَحادیث جمع کی گئی ہیں جن میں سے بائیس (۲۲) اَحادیث ذکر کی گئی ہیں جبکہ اختصار کے پیش نظر بقیہ اَحادیث کے صرف حوالہ جات ذکر کردیے گئے ہیں ۔

[1]: دِین کی سر بلندی کیلئے جہاد

جیسا کہ بخاری شریف کی حدیث پاک میں ہے:

﴿ عن ابی موسیٰ قال جاء رجل الی النبی ﷺ فقال الرجل یقاتل للمغنم والرجل یقاتل للذکر والرجل یقاتل لیری مکانه فمن فی سبیل الله قال من قاتل لتکون کلمة الله هی العلیا فهو فی سبیل الله ﴾ (۱)

ترجمہ : ''حضرت ابو موسیٰ ؓ روایت کرتے ہیں ایک شخص نبی پاک ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا، پس اُس نے عرض کیا کہ ایک شخص مال غنیمت کیلئے لڑتا ہے اور ایک شخص شہرت کیلئے لڑتا ہے جبکہ ایک شخص شجاعت دکھانے کیلئے لڑتا ہے تو ان میں سے کون فی سبیل اللہ ہے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو صرف اللہ تعالیٰ کے دین کی بلندی کیلئے لڑتا ہے وہ فی سبیل اللہ ہے۔''

[2]: کلمہ توحید کے پرچار کیلئے جہاد

جیسا کہ حدیث پاک میں ہے:

﴿ ان ابا هریرة قال قال رسول الله ﷺ امرت ان اقاتل حتی یقولوا لا اله الا الله فمن قال لا اله الا الله فقد عصم منی نفسه وماله الا بحقه وحسابه علی الله ﴾ (۲)

---

(۱) ۔ صحیح بخاری: ۱/۳۹۴ ۔ ابوداؤد: ۱/۳۳۸ ۔ سنن نسائی: ۲/۵۷ ۔ جامع الترمذی: ۱/۱۹۸ ۔ ابن ماجہ: ۲۰۰ ۔

(۲) ۔ صحیح بخاری: ۱/۴۱۴ ۔ سنن نسائی: ۲/۵۲ ۔ صحیح مسلم: ۱/۳۷ ۔ ابوداؤد: ۱/۳۶۱ ۔

ترجمہ : ”حضرت ابو ہریرہ ﷛ فرماتے ہیں کہ رسولِ پاک ﷺ نے اِرشاد فرمایا کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں جہاد کرتا رہوں یہاں تک کہ وہ کلمہ توحید کا اِقرار کرلیں پس جس نے لا الہ الا اللہ کہہ لیا تو اُس نے گویا مجھ سے اپنا نفس اور مال محفوظ کرلیا سوائے اسلام کے حق کے اور اُس کا حساب اللہ ﷻ کے سپرد ہے۔“

[3]: جہاد فی سبیلِ اللہ کا حکم

جیسا کہ حدیثِ پاک میں ہے :

﴿ان ابا هريرة سمعت رسول الله ﷺ والذى نفسى بيده لوددت انى اقتل فى سبيل الله ثم احيى ثم اقتل ثم احيى ثم اقتل ثم احيى ثم اقتل﴾ (۱)

ترجمہ : ”حضرت ابو ہریرہ ﷛ نے نبی پاک ﷺ کو یہ اِرشاد فرماتے ہوئے سنا کہ ”قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے! البتہ میں چاہتا ہوں کہ میں اللہ کی راہ میں شہید کردیا جاؤں، پھر میں زندہ کیا جاؤں، پھر میں شہید کردیا جاؤں، پھر میں زندہ کیا جاؤں، پھر میں شہید کردیا جاؤں، پھر میں زندہ کردیا جاؤں، پھر میں شہید کردیا جاؤں۔“

جہاد فی سبیل اللہ پر دیگر اَحادیث کے حوالہ جات : (۲)

[4]: یہودیوں کے خلاف جہاد

جیسا کہ حدیثِ پاک میں ہے :

﴿عن عبد الله ابن عمر ان رسولَ الله ﷺ قال تقاتلون اليهود حتى يختبئى احدهم وراء الحجر فيقول يا عبد الله هذا يهودى

(۱)۔ صحیح بخاری: ۳۹۲/۱۔ سنن نسائی: ۵۳/۲، ۶۰۔ ابن ماجہ: ۱۹۷۔

(۲)۔ ”ابن ماجہ: ۲۰۰۔ جامع الترمذی: ۱۹۹/۱۔ جامع الترمذی: ۱۹۵/۱۔ جامع الترمذی: ۱۹۶/۱۔ جامع الترمذی: ۱۹۹/۱۔ سنن نسائی: ۵۸/۲۔ سنن نسائی: ۵۴/۲۔ سنن نسائی: ۶۳/۲۔ سنن نسائی: ۵۶/۲، ۵۸۔ سنن نسائی: ۶۱/۲، ۶۳۔ ابوداؤد: ۳۴۴/۱۔ ابوداؤد: ۳۴۵/۱۔ ابوداؤد: ۳۴۷/۱۔ ابوداؤد: ۳۴۸/۱۔ صحیح بخاری: ۳۹۰/۱۔ صحیح بخاری: ۳۹۱/۱۔ صحیح بخاری: ۳۹۳/۱۔ سنن نسائی: ۵۵/۲۔ جامع الترمذی: ۱۹۵/۱۔ جامع الترمذی: ۱۹۹/۱“۔

ورائی فاقتله ﴾ (۱)

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسولِ پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم یہود سے لڑتے رہو گے یہاں تک کہ اُن میں سے کوئی پتھر کے پیچھے چھپے گا تو وہ پتھر کہہ اُٹھے گا کہ اے اللہ کے بندے! یہ یہودی میرے پیچھے چھپا ہوا ہے پس تم اِسے قتل کر دو۔''

[5]: مشرکین کے خلاف جہاد

جیسا کہ حدیثِ پاک میں ہے:

﴿ عن ابن عباس رضی اللہ عنہ فقال رسولُ اللہ ﷺ اخرجوا المشرکین من جزیرۃ العرب ﴾ (۲)

ترجمہ: ''حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسولِ پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مشرکین کو جزیرہ عرب سے نکال دو۔''

اس موضوع کے مزید حوالہ جات یہ ہیں: (۳)

[6]: جان و مال سے جہاد

جیسا کہ حدیثِ پاک میں ہے:

﴿ عن ابی سعید عن النبی ﷺ انه سئل ایّ المؤمنین اکمل الایمان قال رجل یجاهد فی سبیل اللہ بنفسه وماله ﴾ (٤)

ترجمہ: ''حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی پاک ﷺ سے پوچھا گیا کہ کامل ایمان والا کون ہے؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ جو اللہ کی راہ میں اپنی جان اور مال سے جہاد کرتا ہے۔''

[7]: جہاد فرض کفایہ ہے

(۱)۔ صحیح بخاری: ۱/۴۱۰۔

(۲)۔ صحیح بخاری: ۱/۴۲۹۔

(۳)۔ سنن نسائی: ۲/۵۳۔ ابوداؤد: ۱/۳۴۹۔ بیہقی: ۹/۲۰۔

(٤)۔ ابوداؤد: ۱/۳۴۳، ۳۴۶۔ سنن نسائی: ۲/۵۳۔

جیسا کہ حدیثِ پاک میں ہے:

﴿ان ابا هريرة قال سمعتُ النبی ﷺ يقول والذی نفسی بيده لولا انَ رجالا من المؤمنين لا تطيب انفسهم ان يتخلفوا عنی ولا اجد ما احملهم عليه ما تخلفتُ عن سرية تغزو فی سبيل الله﴾ (۱)

ترجمہ: ''حضرت ابو ہریرہ ﷛ روایت کرتے ہیں کہ میں نے نبی پاک ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! کہ اگر سب مؤمن میرے بغیر جہاد میں جانے کیلئے خوش ہو جاتے اور میرے پاس سب مؤمنوں کیلئے سواریاں بھی ہوتیں تو میں کسی بھی ایسی غزوے میں شریک ہونے سے نہ رہ جاتا جو اللہ ﷻ کی راہ میں نکلا ہو۔''

[8]: جہاد قربِ قیامت تک جاری رہے گا

جیسا کہ حدیثِ پاک میں ہے:

﴿عن عمران بن حصين قال قال رسول الله ﷺ لا تزال طائفة من امتی يقاتلون علی الحق ظاهرين علی من ناواهم حتی يقاتل اخرُ هم المسيحَ الدجال﴾ (۲)

ترجمہ: ''حضرت عمران بن حصین ﷛ فرماتے ہیں کہ نبیؐ پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میری اُمت میں سے ہمیشہ ایک جماعت حق پر جہاد کرتی رہے گی اور وہ ہر دشمن پر غالب بھی رہے گی یہاں تک کہ اِس اُمت کے اخری اَفراد مسیح الدّجال کو قتل کر دیں۔''

[9]: جہاد میں بچوں اور عورتوں کے قتل کی ممانعت

جیسا کہ حدیثِ پاک میں ہے:

﴿عن ابن عمر قال وجدت امرأة مقتولة فی بعض تلك المغازی فنهی رسول الله ﷺ عن قتل النساء والصبيان﴾

(۱)۔صحیح بخاری: ۳۹۲/۱۔

(۲)۔ابو داؤد: ۳۴۳/۱۔

ترجمہ: ''حضرت ابن عمر ﷺ فرماتے ہیں کہ کسی غزوہ میں ایک عورت مقتول پائی گئی تو نبی پاک ﷺ نے عورتوں اور بچوں کو قتل کرنے سے منع فرمادیا۔'' (۱)

[10]: شبخون میں بلاقصد عورتوں اور بچوں کے مارے جانے کا جواز

جیسا کہ حدیث پاک میں ہے:

﴿ عن الصعب بن جثامة قال سئل رسولُ الله ﷺ عن الدارمن المشركين يبيتون فيصيبون من نسائهم وذراريهم فقال هم منهم ﴾ (۲)

ترجمہ: ''حضرت صعب بن جثامہ ﷺ فرماتے ہیں کہ رسولِ پاک ﷺ سے عرض کیا گیا کہ جب کبھی مشرکین پر شب خون مارا جائے اور اُن کے بچے اور عورتیں بھی قتل کردی جائیں (تو اِن کا کیا حکم ہے؟) تو ارشاد فرمایا کہ وہ بھی اُنھیں (یعنی اپنے اباء) میں سے ہیں (یعنی اِس پر کوئی گناہ نہیں)۔''

[11]: کفار کے درختوں کو کاٹنے اور جلانے کا جواز

جیسا کہ حدیث پاک میں ہے:

﴿ عن عبد الله أن رسولَ الله ﷺ قطع نخل بني النضير وحرق ﴾ (۳)

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ ﷺ روایت کرتے ہیں کہ رسولِ پاک ﷺ نے قبیلہ بنی نضیر کے درخت کٹوا کر جلوادیے۔''

[12]: دشمن کے مقابلے کی آرزو کرنا منع

جیسا کہ حدیث پاک میں ہے:

﴿ عن ابي هريرة أنّ النبي ﷺ قال لا تمنوا لقاء العدو واذا لقيتموهم فاصبروا ﴾

---

(۱)۔ صحیح مسلم: ۲/ ۸۴۔ مجمع الزوائد: ۵/ ۳۱۶، ۳۱۷۔ جامع الترمذی: ۱/ ۱۹۰۔

(۲)۔ صحیح مسلم: ۲/ ۸۴۔

(۳)۔ صحیح مسلم: ۲/ ۸۵۔

ترجمہ: ''حضرت ابو ہریرہ ؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم دشمن سے مقابلہ کرنے کی آرزو مت کرو اور جب دشمن سے مقابلہ ہو جائے تو صبر کا مظاہرہ کرو یعنی ثابت قدم رہو۔'' (۱)

[13]: دشمن سے مقابلہ کے وقت فتح کی دعا کرنا

جیسا کہ حدیثِ پاک میں ہے:

﴿ عن عبد اللہ بن اوفی قال دعا رسولُ اللہ ﷺ علی الاحزاب فقال اَللّٰھم منزل الکتاب سریع الحساب اھزم الاحزاب اَللّٰھم اھزمھم وزلزلھم ﴾ (۲)

ترجمہ: ''حضرت عبد اللہ بن اوفی ؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول پاک ﷺ نے اَحزاب (کفار کے گروہوں) کے خلاف دُعائے ضرر کی۔ پس آپ نے دعاء کی کہ اے اللہ ﷻ! اے کتاب کے اُتارنے والے! اے جلد حساب لینے والے! اے اللہ ﷻ! ان کفار کو شکست دے اور ان کو متزلزل (یعنی ڈھانواں ڈھول) کر۔

[14]: جنگ میں دھوکا دینا جائز

جیسا کہ حدیثِ پاک میں ہے:

﴿ عن جابر قال قال رسول اللہ ﷺ الحرب خدعة ﴾ (۳)

ترجمہ: ''حضرت جابر ؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جنگ دھوکہ ہے۔''

[15]: یہودیوں کو سرزمینِ عرب سے نکالنے کا حکم

جیسا کہ حدیثِ پاک میں ہے:

(۱)۔ صحیح مسلم: ۲/۸۴۔

(۲)۔ صحیح مسلم: ۲/۸۴۔

(۳)۔ صحیح مسلم: ۲/۸۳۔ صحیح بخاری: ۱/۴۲۵۔ ابوداؤد: ۱/۳۶۳۔

﴿ يقول جابر بن عبد الله اخبرني عمر بن الخطاب انه سمع رسول الله ﷺ يقول لاخرجن اليهود والنصارى من جزيرة العرب حتى لا ادع الامسلما ﴾ (۱)

ترجمہ: ''حضرت جابر بن عبداللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت عمر بن خطاب ﷺ نے بتایا کہ رسول پاک ﷺ نے ارشادفرمایا کہ میں یہودیوں اور عیسائیوں کو جزیرۂ عرب سے ضرور نکال دوں گا اور یہاں سوائے مسلمان کے کسی کو نہیں رہنے دوں گا۔''

[16] :جب حاکم جہاد کیلئے حکم دے تو سب کا نکلنا فرض ہے

جیسا کہ حدیثِ پاک میں ہے :

﴿ عن ابن عبا س قال قال رسول الله ﷺ لا هجرة بعد الفتح ولكن جهاد ونية وان استنفرتم فانفروا ﴾ (۲)

ترجمہ: ''حضرت ابنِ عباس ﷺ روایت کرتے ہیں کہ رسول پاک ﷺ نے اشادفرمایا کہ فتحِ مکہ کے بعد ہجرت نہیں ہے لیکن جہاد اور نیت ہے اور اگر تمہیں حاکم وقت جہاد کیلئے طلب کرے تو تم ضرور جہاد کیلئے نکلو۔''

[17] :والدین کی اِجازت کے بغیر جہاد نا جائز

جیسا کہ حدیث پاک میں ہے :

﴿ عبد الله ابن عمر يقول جاء رجل الى النبى ﷺ فاستاذن فى الجهاد فقال أحيٌّ والداك قال نعم قال ففيهما فجاهِد ﴾ (۳)

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن عمر ﷺ فرماتے ہیں کہ ایک شخص بارگاہِ رسالت ﷺ میں حاضر ہوا اور جہاد کی اجازت طلب کی تو آپ ﷺ نے اِرشادفرمایا کہ کیا تمہارے والدین زندہ ہیں؟ تو اُس نے عرض

(۱)۔صحیح مسلم:۹۴/۲۔
(۲)۔بخاری:۳۹۰/۱۔
(۳)۔بخاری:۴۲۱/۱۔

کیا کہ ہاں! تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تو والدین کی خدمت میں کوشش کر۔"

[18] : حربی کافر کو غفلت میں مارنا جائز

جیسا کہ حدیث پاک میں ہے:

﴿عن جابر ابن عبد الله اَنَ النبی ﷺ قال من لِکعب بن الاشرف فانه قد اٰذی اللّٰه ورسولَه قال محمد بن مسلمة اَتحب اَن اقتله یارسولَ اللّٰه قال نعم قال فاتاه فقال ان هذا یعنی النبی ﷺ قد عنا نا وسالنا الصدقة فقال وایضا واللّٰهِ لتملنه قال فانا قد اتبعناه فنذکره ان ندعه حتی ننظر الی یصیر امره قال فلم یزل یکلمه حتی استمکن منه فقتله﴾ (۱)

ترجمہ : "حضرت جابر بن عبداللہ ﷺ روایت کرتے ہیں کہ نبیٔ پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کعب بن اشرف کو کون پکڑے گا؟ کیونکہ وہ اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کو اذیت دیتا ہے تو محمد بن سلمہ ﷺ نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ! کیا آپ اُس کا قتل چاہتے ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہاں! راوی کہتے ہیں کہ محمد بن سلمہ ﷺ کعب بن اشرف کے پاس آئے اور کہا کہ اس شخص (یعنی محمد ﷺ) نے ہمیں بڑی مشقت میں ڈالا ہے اور ہم سے صدقہ کا سوال کرتا ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ کعب بن اشرف کہتا ہے بخدا ابھی مزید تم اس سے تنگ پڑو گے۔ محمد بن سلمہ ﷺ کہتے ہیں کہ ہم نے تو اُن کی پیروی کی ہے ہم اُس کو کیسے چھوڑ سکتے ہیں؟ اب ہم تو اس بات کا انتظار کر رہے ہیں کہ اُس کا معاملہ کہاں تک پہنچتا ہے؟ محمد بن سلمہ ﷺ مسلسل گفتگو کرتے رہے یہاں تک کہ اُس پر قدرت حاصل کر لی اور اُسے قتل کر دیا۔"

اب اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ کافر کو غفلت میں مارنا جائز ہے جیسا کہ محمد بن سلمہ ﷺ نے کیا۔

[19]: جنگ میں جھوٹ بولنا جائز

جیسا کہ حدیث پاک میں ہے:

(۱)۔ بخاری: ۳۲۵۸۔

﴿ عن جابر ابن عبد الله عن النبی ﷺ قال من لِکعب بن الاشرف فقال محمد بن مسلمة أتحب ان اقتله قال نعم قال فأذن لی فاقول قال قد فعلت ﴾ (۱)

ترجمہ: ''حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کعب بن اشرف کو کون پکڑے گا؟ تو محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ یارسول اللہ ﷺ! کیا آپ اُس کا قتل چاہتے ہیں؟ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہاں! تو محمد بن سلمہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ یارسول اللہ! مجھے کچھ کہنے کی اجازت دیں (تو نبی پاک ﷺ نے اجازت عنایت فرمادی) تو محمد بن سلمہ رضی اللہ عنہ نے اپنا کام مکمل کیا'' اس کے آگے حدیث میں وہی الفاظ ہیں جو گذشتہ حدیث میں نقل کیے گئے ہیں۔

پس اس حدیث سے ثابت ہوا کہ جنگ میں تعریضاً جھوٹ بولنا جائز ہے جیسا کہ محمد بن سلمہ رضی اللہ عنہ نے کیا۔

[20]: جاسوس کو قتل کرنے کا حکم

جیسا کہ حدیثِ پاک میں ہے:

﴿ عن ایاس بن سلمة بن الاکوع قال اتی النبی ﷺ عینٌ من المشرکین وھو فی سفر فجلس عند اصحابه یتحدث ثم انفتل فقال النبی ﷺ اطلبوہ واقتلوہ ﴾ (۲)

ترجمہ: ''حضرت ایاس بن سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی پاک ﷺ کے پاس مشرکین کا ایک جاسوس آیا اس حال میں کہ حضور ﷺ سفر میں تھے، تو وہ جاسوس صحابۂ کرام کے ہمراہ بیٹھ کر گفتگو کرنے لگ پڑا پھر وہ اٹھ کر چلا گیا۔ پس نبی پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اسے پکڑو اور قتل کردو۔''

[21]: دنیا کے حصول کیلئے جہاد کرنے کا کوئی ثواب نہیں

جیسا کہ حدیث پاک میں ہے:

(۱)۔ بخاری: ۱/۴۲۵۔

(۲)۔ بخاری: ۱/۴۲۸۔

﴿عن ابی هریرة ان رجلا قال یارسول اللہ ﷺ رجل یرید الجهاد فی سبیل اللہ وهو یبتغی عرضا من عرض الدنیا فقال النبی ﷺ لا اجر له﴾ (۱)

ترجمہ: ''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول پاک ﷺ سے عرض کی کہ ایک شخص جہاد فی سبیل اللہ کرتا ہے اور وہ چاہتا ہے کہ دنیا کا فائدہ حاصل کرے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اُس کیلئے کوئی اجر نہیں۔

[22]: ریاکار کیلئے جہاد میں کوئی ثواب نہیں

جیسا کہ حدیث پاک میں ہے:

﴿عن عبد اللہ بن عمرو قال یارسولَ اللہ ﷺ اخبرنی عن الجهاد والغزو فقال یا عبداللہ بن عمرو اِن قاتلت صابرا محتسبا بعثك اللہ صابرا محتسبا وان قاتلت مرائیا مکاثرا بعثك اللہ مرائیا مکاثرا یا عبد اللہ بن عمرو﴾ (۲)

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ! مجھے جہاد اور قتال کے بارے خبر دیں تو آپ ﷺ نے اِرشاد فرمایا کہ اگر تُو ثواب حاصل کرنے کی نیت سے جہاد کرے تو اللہ تعالیٰ تجھے صبر کرنے والا، ثواب طلب کرنے والا اُٹھائے گا اور اگر تو ریاکاری اور فخر کے اظہار کیلئے جہاد کرے تو اللہ تعالیٰ تجھے ریاء کار اور فخر کرنے والا اُٹھائے گا۔''

☆/☆/☆/☆/☆/☆/☆/☆

☆/☆/☆/☆/☆/☆

☆/☆/☆/☆

☆/☆

(۱)۔ابوداؤد: ۳۳۸/۱۔

(۲)۔ابوداؤد: ۳۳۸/۱۔

﴿فصل رابع﴾

جہاد فقہاء اور علماء کے اَقوال کی روشنی میں

اس سلسلے میں فقہاء و علماء کے تقریباً (۵۸) اقوال جمع کیے گئے ہیں۔

﴿جہاد کب فرضِ عین ہوتا ہے؟ فقہاءِ اَحناف کا نظریہ﴾

علامہ ابو محمد **محمود بن احمد عینی** حنفی (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں:

﴿اذا کان النفیر عاما بان لا یندفع شرالکفار اذا ھجموا ببعض المسلمین فحینئذ فیفترض علی کل واحد فیقاتل العبد بدون اذن سیدہ والمرأۃ بدون اذن الزوج﴾ الخ (۱)

ترجمہ: ''جب عام بگل بج جائے بایں صورت کہ کفار نے جب کچھ مسلمانوں پر حملہ کیا اور کفار کا شر دور نہیں ہو رہا تو پھر اُس وقت ہر مسلمان پر جہاد فرضِ عین ہو جائے گا لہٰذا غلام آقا کی اجازت کے بغیر اور عورت اَپنے خاوند کی اجازت کے بغیر جہاد کیلئے نکلیں گے۔''

علامہ **ملا علی قاری** حنفی (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں:

﴿فان کان ھجموا علی بلدۃ من بلاد المسلمین فیصیر من فروض الاعیان سواء کان المستنفر عدلا او فاسقا فیجب علی جمیع اھل تلک البلدۃ النفر﴾ (۲)

ترجمہ: ''پس جب کفار مسلمانوں کے کسی ملک پر حملہ آور ہو جائیں تو جہاد فرضِ عین ہو جائے گا چاہے جہاد کا حکم دینے والا عادل ہو یا فاسق۔ پس اُس ملک کے تمام اَفراد پر جہاد کیلئے کوچ کرنا فرض عین ہوگا۔''

---

(۱)۔البنایہ (عینی) شرح ھدایہ: ۲۹۲/۶۔

(۲)۔مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ: ۲۶۵/۷۔

علامہ **شمس الآئمہ سرخسی** (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں:

﴿ ثم فريضة الجهاد على نوعين احدهما عين على كل من يقوى اليه بقدر طاقته وهو ما اذا كان النفير عاما قال الله تعالى " انفروا خفافا وثقالا " ﴾ (۱)

ترجمہ: ''پھر فریضۂ جہاد کی دو قسمیں ہیں۔ اُن میں سے ایک فرضِ عین ہے کہ جب کفار پر حملہ کرنے کا عام حکم ہو جائے تو ہر شخص پر اپنی قوت اور طاقت کے مطابق جہاد کرنا فرضِ عین ہوگا۔ اسلئے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے۔'' **اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا** ۔'' (التوبہ:۴۱)۔ **ترجمہ**''کوچ کرو ہلکی جان سے چاہے بھاری دل سے ۔''

ملک العلماء علامہ **کاسانی** (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں:

﴿ فاما اذا عم النفير بان هجم العدو على بلد فهو فرض عين يفترض على كل واحد من آحاد المسلمين ممن هو قادر عليه ﴾ (۲)

ترجمہ: ''پس جب مسلمانوں کو جہاد کا عام حکم ہو جائے اس طرح کہ دشمن مسلمانوں کے شہر پر حملہ آور ہو جائے تو جہاد فرضِ عین ہو جائے گا ہر اُس مسلمان پر جو جہاد کرنے کی طاقت رکھتا ہے۔''

علامہ **ابنِ ہمام** حنفی (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں:

﴿ ذكر فى الذخيرة فاذا جاء النفير انما يصير فرض عين على من يقرب من العدو وهم يقدرون على الجهاد ﴾ (۳)

ترجمہ: ''ذخیرہ'' نامی کتاب میں لکھا ہوا ہے کہ جب جہاد کیلئے رَوانہ ہونے کا بگل بج جائے تو جو لوگ دشمن کے قریب ہوں اور جہاد کرنے پر قادر بھی ہوں تو اُن پر جہاد فرضِ عین ہو جائے گا۔''

---

(۱)۔ مبسوط للسرخسی: ۱۰/۳۔

(۲)۔ بدائع الصنائع: ۷/۹۸۔

(۳)۔ فتح القدیر: ۵/۱۹۲۔

علامہ **بابرتی حنفی** (رحمۃ اللہ علیہ) لکھتے ہیں:

﴿ ولان النبی ﷺ کان یخرج مع تخلف کثیر من اھل المدینۃ فعلم بذلک اختصاصہ بالنفیر العام ﴾ (۱)

ترجمہ: ''چونکہ نبی پاک ﷺ جہاد کیلئے تشریف لے جاتے اور بہت سے صحابہ (رضی اللہ عنہم) کو اُس وقت مدینہ میں بھی چھوڑ جاتے تو اِس سے معلوم ہوا کہ جہاد فرضِ عین اُسی وقت ہوگا جب جہاد کیلئے روانہ ہونے کا حکم عام ہوگا۔''

علامہ **عثمان بن زیلعی** حنفی (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں:

﴿ اذا جاء النفیر انما یصیر فرض عین علی من یقرب من العدو وھم یقدرون علی الجھاد ﴾ (۲)

ترجمہ: ''جب جہاد کیلئے عام بگل بج جائے تو جولوگ دشمن کے قریب ہوں اور جہاد کرنے پر قادر بھی ہوں تو اُن سب پر جہاد فرضِ عین ہوجائے گا۔''

﴿ فقہاءِ شافعیہ کا نظریہ ﴾

علامہ **ابنِ حجر عسقلانی** (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں:

﴿ الا ان تدعو الحاجۃ الیہ کان یدھم العدو ویتعین علی من عینہ الامام ﴾ (۳)

ترجمہ: ''مگر جب جہاد کی حاجت پیش آئے تو یہ فرضِ عین ہوجائے گا اور جہاد کرنا ہر اُس شخص پر لازم ہوگا جس کو حاکم متعین کرے گا۔''

علامہ **نووی** شافعی (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں:

---

(۱)۔ عنایہ علی ہامش فتح القدیر: ۵/ ۱۹۲۔

(۲)۔ تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق: ۳/ ۲۴۲۔

(۳)۔ فتح الباری شرح بخاری: ۶/ ۲۷۷۔

’’جہاد کی دوسری قسم فرضِ عین ہے اور یہ اُس وقت ہے جب کفار مسلمانوں کے شہروں کو پامال کر رہے ہوں یا مسلمانوں پر حملہ کرنے کے ارادے سے شہروں کی سرحدوں پر جمع ہو جائیں تو اُس وقت اُن سے جہاد کرنا فرضِ عین ہوگا۔‘‘(۱)

﴿فقہاء حنبلیہ کا نظریہ﴾

علامہ **ابن قدامہ** حنبلی (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں:

﴿ ویتعين الجهاد في ثلاثة مواضع: احدها اذا التقى الزحفان وتقابل الصفان حرم على من حضر الانصراف وتعين عليه المقام لقوله تعالى ’’ يايها الذين اٰمنوا اذا لقيتم فئة فاثبتوا ‘‘(الانفال: ٤٥) وقوله تعالى ’’ واصبروا ان الله مع الصابرين ‘‘ (الانفال: ٤٦)۔ الثاني: اذا نزل الكفار ببلد تعين على اهله قتالهم ودفعهم۔ الثالث: اذا استقر الامام قوما لزمهم النفير معه لقوله تعالى ’’ يايها الذين امنوا مالكم اذا قيل لكم انفروا۔ ‘‘ (التوبة: ٥٨) ﴾ (۲)

ترجمہ: ’’مندرجہ ذیل تین صورتوں میں جہاد فرضِ عین ہوتا ہے۔(۱): جب جنگ ہو رہی ہو اور دونوں طرف سے فوجیں صف آراء ہوں تو پھر مسلمانوں کا میدانِ جنگ سے بھاگنا اور پیٹھ دِکھانا حرام ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا اِرشاد ہے۔’’اے ایمان والو! جب تمہارا دشمن کی فوج سے مقابلہ ہو تو ثابت قدم رہو۔اور دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا۔’’اور صبر کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔‘‘ (۲): جب مسلمانوں کے کسی شہر پر کفار حملہ آور ہوں تو اس شہر کے مسلمانوں پر اُن سے جنگ کرنا اور اُن کو بھگانا فرضِ عین ہوگا۔(۳): جب امیر مملکت یا امام وقت کسی قوم کو جہاد کیلئے بلائے تو اُن پر جہاد کیلئے حاضر ہونا فرضِ عین ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ’’اے ایمان والو! تمھیں کیا ہو گیا کہ جب تم سے اللہ کی راہ میں نکلنے کیلئے کہا گیا تو تم زمین سے جھپٹ کر رہ گئے۔‘‘

(۱)۔روضۃ الطالبین وعمدۃ المفتین: ۲۰۸/۱۰۔

(۲)۔المغنی لابن قدامہ: ۳۴۶/۸۔

فقہاءِ مالکیہ کا نظریہ

علامہ دُشتاقی اَبی مالکی (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں:

''کہ علامہ مارزی مالکی نے ''کتاب الکبیر'' میں لکھا ہے کہ جو مسلمان دشمنانِ اسلام کے قریب ہوں اور وہ جہاد کرنے پر قادر بھی ہوں تو اُن پر جہاد کرنا فرضِ عین ہوتا ہے۔ اسی طرح اگر کسی علاقے کے مسلمانوں پر کفار حملہ کریں تو اُن پر جہاد کرنا فرضِ عین ہوتا ہے۔ اسی طرح اگر کسی علاقے کے مسلمانوں پر دشمن حملہ کرے اور وہ اس کے دفاع کی طاقت بھی رکھتے ہوں تو اُن پر جہاد کرنا فرض عین ہوگا۔'' (۱)

جہاد کب فرضِ کفایہ ہے؟

فقہاءِ اَحناف کا نظریہ

علامہ کاسانی حنفی (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں:

﴿ فان لم یکن النفیر عاما فھو فرض کفایۃ ومعناہ ان یفترض علی جمیع من ھو من اھل الجھاد لکن اذا قام بہ البعض سقط عن الباقین لقولہ تعالی '' فضل اللہ المجاھدین باموالھم وانفسھم علی القاعدین درجۃ وکلا وعد اللہ الحسنی '' (النساء:۹۵) ولو کان الجھاد فرض عین فی الاحوال کلھا لما وعد القاعدین الحسنی لان القعود یکون حراما ولان ما فرض لہ الجھاد وھو الدعوۃ الی الاسلام واعلاء الدین الحق ودفع شرا لکفرۃ وقھرھم یحصل بقیام البعض بہ وکذا النبی ﷺ کان یبعث السرایا ولو کان فرض عین فی الاحوال کلھم لکان لا یتوھم منہ القعود عنہ فی حال

(۱)۔ اکمال اکمال المعلم: ۵/۲۲۔

ولا اذن غیرہ بالتخلف عنه بحال ﴾ (۱)

ترجمہ: ''پس اگر جہاد کیلئے روانہ ہونے کا حکم عام نہ ہوتو جہاد ہر اُس شخص پر فرضِ کفایہ ہوگا جو جہاد کرنے کی اہلیت رکھتا ہے تو جب بعض مسلمان جہاد کرلیں گے تو باقی مسلمانوں سے فرض ساقط ہو جائے گا کیونکہ اللہ تبارک وتعالی کا ارشادِ گرامی ہے۔'' کہ اللہ ﷻ نے اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ جہاد کرنے والوں کا بیٹھنے والوں پر درجہ بڑھادیا اور اللہ تعالی نے سب سے بھلائی کا وعدہ کیا ہے۔''تو اگر ہر مسلمان پر جہاد فرضِ عین ہوتا تو جہاد نہ کرنے والوں سے اللہ تعالی اچھی عاقبت کا وعدہ نہ کرتا اور جہاد کے موقع پر بیٹھے رہنا حرام ہوتا۔ نیز جہاد اسلئے فرض کیا گیا ہے تاکہ اسلام کی دعوت دی جائے ،دین حق کو بلند کیا جائے ،اور کفار کے شر اور ان کے قہر کو دور کیا جائے اور یہ مقصد بعض مسلمانوں کے جہاد کرلینے سے پورا ہوسکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نبی پاک ﷺ کبھی لشکر روانہ فرمادیتے اور خود تشریف نہ لے جاتے ،پس اگر جہاد فرضِ عین ہوتا تو آپ لشکر کو روانہ کردینے کے بعد خود نہ بیٹھے رہتے اور نہ ہی کسی مسلمان کو بیٹھے رہنے کی اجازت عطاء فرماتے۔''

علامہ ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں:

﴿ الجهاد فرض كفاية وقال ابوبكر الرازى فى شرحه "مختصر الطحاوى" الجهاد عند اصحابنا فرض على الكفاية مثل غسل الموتى والصلوة عليهم و دفنهم و طلب علم الدين والقيام به و تعليمه ﴾ (۲)

ترجمہ: ''جہاد فرضِ کفایہ ہے اور علامہ ابوبکر رازی نے ''شرح مختصر طحاوی'' میں فرمایا ہے کہ ہمارے اصحاب کے نزدیک جہاد فرضِ کفایہ ہے جس طرح کہ مردے کو غسل دینا اور نماز جنازہ پڑھنا اور میت کو دفن کرنا اور علمِ دین حاصل کرنا اور سکھانا وغیرہ۔''

علامہ ملا علی قاری حنفی (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں:

(۱)۔ بدائع الصنائع: ۷/۹۸۔

(۲)۔ البنایہ (عینی) شرح ھدایہ: ۶/۲۹۱۔

﴿ ثم الجهاد فرض على الكفاية فلان المقصود ليس مجرد ابتلاء المكلفين بل اغراء المكلفين ودفع شر الكفار عن المؤمنين بدليل قوله تعالى" وقاتلوهم حتى لاتكون فتنة ويكون الدين كله لله" (الانفال:٣٩) فاذا حصل ذلك بالبعض سقط عن الباقين لحصول ماهو المقصود منه كصلوة الجنازة المقصود منها قضاء حق الميت والاحسان اليه ﴾ (١)

ترجمہ: ''پھر جہاد فرضِ کفایہ ہے کیونکہ جہاد سے مقصود محض لوگوں کو تکلیف میں مبتلا کرنا نہیں بلکہ مسلمانوں کی عزت بلند کرنا اور مؤمنوں سے کفار کا شر دور کرنا مقصود ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔'' اور اُن سے لڑتے رہو یہاں تک کہ فتنہ نہ رہے اور دین سارا اللہ کیلئے ہو جائے۔'' پس جب یہ مقصد بعض کے ساتھ حاصل ہو جاتا ہے تو باقی بعض سے جہاد ساقط ہو جائے گا جیسے نمازِ جنازہ کہ اس سے مقصود میت کا حق ادا کرنا اور اُس پر احسان کرنا ہے۔''

علامہ **ابن ہمام** حنفی (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں:

﴿ فاما من ورائهم يبعد من العدو فهو فرض كفاية حتى يسعهم تركه اذا لم يحتج اليهم بان عجز من كان يقرب من العدو من المقاومة مع العدو او لم يعجزوا عن المقاومة الا انهم تكاسلوا لم يجاهدوا فانه يفترض على من يليهم فرض عين كالصوم والصلوة ﴾ (٢)

ترجمہ: ''پس جو لوگ دشمن سے دور ہوں اُن پر جہاد فرضِ کفایہ ہے حتیٰ کہ اگر اُن کی ضرورت نہ پڑے تو اُن کا جہاد نہ کرنا جائز ہے لیکن اگر اُن کی ضرورت پڑ جائے بایں صورت کہ قریب والے مسلمان دشمن سے مقابلہ کرنے میں کمزور ہوں یا وہ سستی کی وجہ سے جہاد نہ کریں تو پھر جو مسلمان اُن مسلمانوں کے قریب ہیں اُن پر نماز، روزہ کی طرح جہاد بھی فرضِ عین ہو جائے گا۔''

(١)۔ مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ: ۷/۲۶۵۔

(٢)۔ فتح القدیر: ۵/۱۹۲۔

علامہ شمس الائمہ سرخسی حنفی (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں:

﴿ ثم الجهاد على نوعين: نوع هو فرض على الكفاية اذا قام به البعض سقط عن الباقين لحصول المقصود وهو كسر شوكة المشركين واعزاز الدين لانه لوجعل فرضا فى كل وقت على كل احد عاد على موضوعه بالبعض والمقصود ان يأمن المسلمون ويتمكنوا من القيام بمصالح دينهم ودنياهم فاذا اشتغل الكل بالجهاد لم يتفرغوا للقيام بمصالح دنياهم فلذلك قلنا اذا قام به البعض سقط عن الباقين وقد كان رسول الله ﷺ تارة يخرج وتارة يبعث غيره حتى قال وددت ان لا تخرج سرية او جيش الا وانا معهم ولكن لا اجد ما احملهم ولا تطيب انفسهم بالتخلف عنى ﴾ (۱)

ترجمہ: ''پھر جہاد کی دو قسمیں ہیں۔ ایک قسم فرضِ کفایہ ہے جس میں بعض مسلمانوں کے جہاد کرنے سے باقی بعض سے جہاد ساقط ہوجائے گا کیونکہ جہاد کا مقصد مشرکین کا غلبہ توڑنا اور دین کو غالب کرنا ہے اور یہ مقصد بعض مسلمانوں کے جہاد کرنے سے حاصل ہوجاتا ہے۔ اسلئے کہ اگر جہاد کو ہر وقت ہر شخص پر فرض کیا جائے تو اِس سے حرج واقع ہوگا کیونکہ مقصود تو یہ تھا کہ مسلمان دین اور دنیا کی بھلائیاں آزادی اور بے خوفی سے حاصل کرسکیں تو جب سب مسلمان جہاد میں مصروف ہوجائیں گے تو دنیا کے دیگر اِصلاحی اور تعمیری کام اَنجام نہیں پاسکیں گے۔ یہی وجہ ہے کہ رسولِ پاک ﷺ کبھی جہاد میں بنفسِ نفیس تشریف لے جاتے اور کبھی دوسرے لشکر کو بھیج دیتے حتیٰ کہ آپ نے ارشادفرمایا کہ ''میری یہ خواہش ہے کہ کوئی جنگی قافلہ یا لشکر نہ روانہ کیا جائے مگر میں بھی اُس میں شریک ہوجاؤں مگر میرے پاس سب کیلئے سواریاں نہیں ہیں اور میرے بغیر یہ خوش نہیں ہوں گے۔''

علامہ بابرتی حنفی (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں:

(۱)۔ مبسوط للسرخسی: ۳۸۰۔

﴿ والجهاد فرض كفاية ولان الله تعالى قال" لا يستوى القاعدون من المؤمنين غير اولي الضرر ...... الى قوله تعالى : وكلا وعد الله الحسنى"۔ (النساء:٩٥) وجه الاستدلال ان الله تعالى وعد القاعدين عن الجهاد الحسنى ولو كان الجهاد فرض عين لا يستحق القاعد الوعد بل الوعيد ﴾ (١)

ترجمہ: ''جہاد فرضِ کفایہ ہے اسلئے کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''کہ بلا عذر (جہاد سے) بیٹھنے والے مسلمان اور اللہ کی راہ میں اپنے مال اور جان کے ساتھ جہاد کرنے والے مسلمان برابر نہیں ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ جہاد کرنے والے مسلمانوں کو بیٹھنے والے مسلمانوں پر درجہ میں فضیلت دی ہے اور اللہ تعالیٰ نے سب سے اچھی عاقبت کا وعدہ کیا ہے۔'' اب اس آیت سے یہ دلیل ملتی ہے کہ جہاد نہ کرنے والوں سے بھی اللہ تعالیٰ نے اچھی عاقبت کا وعدہ کیا ہے اور اگر جہاد فرضِ عین ہوتا تو بیٹھنے والے اچھی عاقبت کے وعدہ کے مستحق نہ ہوتے بلکہ عذاب کی وعید کے مستحق ہوتے۔''

علامہ **عثمان بن زیلعی** حنفی (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں:

﴿ والجهاد فرض على الكفاية لانه لم يشرع لعينه اذهو قتل وافساد في نفسه وانما شرع لاعلاء كلمة الله تعالى واعزاز دينه ودفع الفساد عن العباد فاذا حصل من البعض سقط عن الباقين ﴾ (٢)

ترجمہ: ''جہاد فرضِ کفایہ ہے کیونکہ یہ اسلئے مشروع نہیں ہوا کہ یہ فی نفسہ قتل وفساد ہے بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کے کلمہ کو بلند کرنے، دین کی سر بلندی اور بندوں سے فساد دُور کرنے کیلئے مشروع ہوا ہے، پس جب بعض سے یہ مقصد حاصل ہو جائے گا تو باقی بعض سے جہاد ساقط ہو جائے گا۔''

---

(١)۔ عنایہ علی ہامش فتح القدیر: ١٩٢/٥۔

(٢)۔ تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق: ٢٤١/٣۔

﴿فقہاء شافعیہ کا نظریہ﴾

علامہ **ابنِ حجر عسقلانی** (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں:

﴿فهو فرض كفاية على المشهور الا ان تدعوا الحاجة اليه كان يدهم العدو ويتعين على من عينه الامام ويتادى فرض كفاية بفعله فى السنة مرة عند الجمهور ومن حجتهم ان الجزية تجب بدلا عنه ولا تجب فى السنة اكثر من مرة اتفاقا فليكن بدلها كذلك﴾ (۱)

ترجمہ: ’’مشہور قول کے مطابق جہاد فرضِ کفایہ ہے مگر جب اس کی حاجت پیش آئے تو یہ فرضِ عین ہو جاتا ہے اور جہاد کرنا ہر اُس شخص پر لازم ہو جائے گا جس کو حاکمِ وقت متعین کرے اور جمہور علماء کے نزدیک اس فرضِ کفایہ کو سال میں ایک مرتبہ بالفعل ادا کیا جائے گا اور ان فقہاء کی دلیل یہ ہے کہ جزیہ جہاد کے بدلے واجب ہوتا ہے اور اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ جزیہ سال میں ایک سے زائد مرتبہ واجب نہیں ہوتا تو جزیہ کا بدل (جہاد) بھی سال میں ایک مرتبہ ہی فرض ہوگا۔‘‘

علامہ **نووی شافعی** (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں:

﴿کفار اپنے شہروں میں ہوں تو اُس وقت ان سے جہاد کرنا فرضِ کفایہ ہے پس اگر کوئی مسلمان ان سے جہاد نہ کرے تو وہ تمام مسلمان گناہگار ہوں گے جن کو جہاد نہ کرنے کا کوئی عذر نہیں ہے﴾ (۲)

﴿فقہاء حنبلیہ کا نظریہ﴾

علامہ **ابن قدامہ** حنبلی (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں:

﴿والجهاد فرض على الكفاية اذا قام به قوم سقط عن الباقين: معنى فرض الكفاية الذى ان لم يقم به من يكفى اثم الناس كلهم وان قام به من يكفى سقط عن سائر الناس فالخطاب فى ابتدائه

(۱)۔ فتح الباری شرح بخاری: ۶/۳۷۷۔

(۲)۔ روضۃ الطالبین وعمدۃ المفتین: ۱۰/۲۱۴۔

يتناول الجميع كفرض الاعيان ثم يختلفان في ان فرض الكفاية يسقط بفعل الناس له وفرض الاعيان لا يسقط عن احد بفعل غيره ﴾

ترجمہ : ''جہاد فرضِ کفایہ ہے جب ایک قوم جہاد کیلئے نکل پڑے گی تو باقیوں سے یہ فرض ساقط ہو جائے گا۔ اور فرضِ کفایہ کا معنی یہ ہے کہ اگر بقدرِ کفایت لوگ جہاد کیلئے نہ نکلیں تو سب لوگ گناہ گار ہوں گے اور اگر بقدرِ کفایت لوگ نکل پڑیں تو باقی سب سے جہاد کا فرض ساقط ہو جائے گا۔ ابتداء میں خطاب سب کو شامل تھا جیسا کی فرضِ عین ہے۔ پھر دونوں حکم مختلف ہو گئے اس طرح کہ فرضِ کفایہ بعض لوگوں کے فعل سے ساقط ہو جائے گا اور فرضِ عین کسی ایک کے کرنے سے ساقط نہ ہوگا۔'' (۱)

﴾فقہاء مالکیہ کا نظریہ﴿

علامہ دُشتاتی اَبی مالکی (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں:

﴾جو مسلمان دُشمن سے دور ہوں تو اُن پر جہاد فرضِ کفایہ ہے اسی طرح اگر کسی علاقے پر کفار حملہ کر دیں تو اُن پر جہاد فرضِ عین ہے جبکہ جن مسلمانوں پر کفار حملہ نہ کریں تو اُن پر جہاد فرض کفایہ ہوگا﴿ (۲)

﴾بچوں، غلام، عورت، اندھے، لنگڑے اور اپاہج پر جہاد فرض نہیں ہے﴿

علامہ سید محمد اُمین اِبنِ عابدِین شامی (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں:

﴾ ولا يفرض على صبي وبالغ له ابوان او احدهما لان طاعتهما فرض عين و عبد وامرأة لحق المولى والزوج واعمى ومقعد واقطع ﴿ (۳)

ترجمہ: ''بچے اور ایسے بالغ پر جہاد فرض نہیں جس کے والدین دونوں موجود ہوں یا اُن میں سے ایک موجود ہو اِسلئے کہ والدین کی اطاعت فرضِ عین ہے اور اسی طرح غلام اور عورت پر بھی جہاد فرض

(۱)۔ المغنی لابن قدامہ: ۳۳۵/۸۔

(۲)۔ اکمال اکمال المعلم: ۴۴/۵۔

(۳)۔ ردالمحتار المعروف فتاوی شامی: ۱۲۴/۴۔

نہیں کیونکہ مولی اور شوہر کا حق اوّل ہے اور اندھے، اپاہج اور ہاتھ کٹے ہوئے شخص پر بھی جہاد فرض نہیں کیونکہ یہ سب معذور ہیں۔''

علامہ **زین الدین ابن نجیم** (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں:

﴿ولا یجب علی صبی وامرأة و عبد وا عمی و مقعد وا قطع لان الصبی غیر مکلف وکذاا لمجنون والعبد والمرأة مشغولان بحق الزوج والمولی وحقهما مقدم علی فرض الکفایة والاعمی ونحوه عاجزون﴾ (۱)

ترجمہ: ''بچے، عورت، غلام، اندھے، اپاہج اور ہاتھ کٹے ہوئے شخص پر جہاد فرض نہیں اسلئے کہ بچہ اور مجنون وغیرہ تو مکلف شرع نہیں اور غلام آقا کی خدمت میں جبکہ عورت شوہر کی خدمت میں مصروف ہے اور اِن دونوں کا حق فرضِ کفایہ پر مقدم ہے اور اندھا اور اِس جیسے اَفراد جہاد کرنے سے عاجز ہیں۔''

علامہ **اکمال الدین ابنِ ہمّام** (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں:

﴿ولا تقاتل المرأة الا باذن زوجها ولا العبد الا باذن سیده الا ان یهجم العدو علی بلد للضرورة وقال فی مقام اخر ولا یقتلوا امرأة ولا صبیا ولا شیخا فانیا ولا مقعدا ولا اعمی﴾ (۲)

ترجمہ: ''عورت اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر جہاد نہیں کرے گی اور غلام اپنے آقا کی اجازت کے بغیر جہاد نہیں کرے گا مگر یہ کہ دشمن کسی شہر پر حملہ آور ہو جائے۔ اور دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا کہ عورت، بچہ، شیخ فانی، اپاہج اور اندھا جہاد کیلئے نہیں جائیں گے۔''

علامہ **علی بن ابی بکر مرغینانی** (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں:

---

(۱)۔ بحر الرائق: ۵/۷۱۔

(۲)۔ فتح القدیر: ۵/۲۰۱۔

﴿ ولا يجب الجهاد على الصبي لان الصبي مظنة المرحمة ولا عبد ولا امرأة لتقدم حق المولى والزوج ولا اعمى ولا مقعد ولا اقطع لعجزهم ﴾ (۱)

ترجمہ: ''صاحب ہدایہ فرماتے ہیں کہ بچوں پر جہاد فرض نہیں کیونکہ بچے شفقت ومہربانی کی علامت ہیں اور غلام اور عورت پر بھی جہاد فرض نہیں کیونکہ مولی اور شوہر کا حق مقدم ہے اور اندھے، ہاتھ کٹے شخص اور اپاہج پر بھی جہاد فرض نہیں کیونکہ یہ سب جہاد سے عاجز ہیں۔''

علامہ **عثمان بن علی زیلعی** حنفی (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں:

﴿ ولا يجب على صبي وامرأة وعبد واعمى ومقعد واقطع ولان الصبي مظنة الرحمة فلايؤتى به الى المهلكة والمرأة والعبد مشغولان بخدمة الزوج والمولى وحقهما مقدم على حق الشرع لحاجتهما وغنى الشرع والاعمى ونحوه عاجزون والتكليف بالقدرة ﴾ (۲)

ترجمہ: ''اور بچے، عورت، غلام، اندھے، ہاتھ کٹے شخص اور اپاہج پر جہاد فرض نہیں اسلئے کہ بچے تو شفقت اور مہربانی کی علامت ہیں لہٰذا انہیں ہلاکت کی طرف نہیں لایا جائے گا اور عورت اور غلام شوہر اور آقا کی خدمت میں مشغول ہیں اور ان دونوں کا حق شریعت کے حق پر مقدم ہے کیونکہ آقا اور شوہر کو تو بیوی اور غلام کی ضرورت ہے جبکہ شریعت ان دونوں سے بے نیاز ہے اور اندھے اور اپاہج وغیرہ جہاد کرنے سے عاجز ہیں اور شریعت طاقت کے مطابق مکلف بناتی ہے۔''

﴿جب دشمن حملہ آور ہو جائے تو مذکورہ افراد کا نکلنا بھی فرض﴾

علامہ **ابن عابدین شامی** (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں:

---

(۱) ہدایہ اولین: ۵۳۹۔

(۲) تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق: ۲۴۱/۳۔

﴿ ان هجم العدو فيخرج الكل ای کل من ذکر من المرأة والعبد وغيرهم وكذلك الغلمان الذين لم يبلغوا اذا اطاقو القتال فلا بأس بان يخرجوا ويقاتلوا فی النفير العام ﴾ (۱)

ترجمہ: ''اگر دشمن حملہ آور ہو جائے تو مذکورہ افراد یعنی عورت اور غلام وغیرہ کا جہاد کیلئے نکلنا فرض ہوگا اور اسی طرح وہ بچے جو بالغ نہیں ہوئے اگر وہ جنگ کرنے کی طاقت رکھتے ہیں تو کوئی حرج نہیں کہ عام جنگ کے وقت یہ بچے بھی نکلیں اور جنگ کریں۔''

علامہ **کمال الدین ابنِ ہمام** (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں:

﴿ ولا تقاتل المرأة الا باذن زوجها ولا العبد الا باذن سيده الا ان يهجم العدو على بلد للضرورة ﴾ (۲)

ترجمہ: ''عورت اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر اور غلام اپنے آقا کی اجازت کے بغیر جہاد کیلئے نہیں جائیں گے مگر جب دشمن عام حملہ کر دے تو اُس وقت ضرورت کے پیش نظر یہ سب افراد بھی جہاد کیلئے نکلیں گے۔''

علامہ **علی بن ابی بکر مرغینانی** (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں:

﴿ فان هجم العدو على بلد وجب على جميع الناس الدفع تخرج المرأة بغير اذن زوجها والعبد بغير اذن المولى لانه صار فرض عين ﴾ (۳)

ترجمہ: ''پس اگر دشمن کسی شہر پر عام حملہ کر دے تو تمام لوگوں پر دشمن کو دور کرنا فرض ہے۔ عورت اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر اور غلام اپنے آقا کی اجازت کے بغیر جہاد کیلئے نکلیں گے کیونکہ اب سب پر جہاد فرضِ عین ہوگیا ہے۔''

---

(۱)۔ ردالمختار المعروف فتاوی شامی: ۱۲۷/۴۔

(۲)۔ فتح القدیر: ۲۰۱/۵۔

(۳)۔ ہدایہ اولین: ۵۳۹۔

علامہ عثمان بن زیلعی حنفی (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں:

﴿ وفرض عين ان هجم العدو فتخرج المرأة والعبد بلا اذن زوجها وسيده لان المقصود لا يحصل الا باقامة الكل فيجب على الكل وحق الزوج والمولى لا يظهر فى حق فروض الاعيان كالصلوة والصيام بخلاف ماقبل النفير لان بغيرهم كفاية وكذا الولد يخرج بغير اذن والده وفي غير النفير العام لا يخرج الا باذنها ﴾ (۱)

ترجمہ: ''اگر دشمن حملہ آور ہو جائے تو جہاد فرضِ عین ہو جائے گا لہذا عورت اور غلام اپنے شوہر اور آقا کی اجازت کے بغیر نکلیں گے اسلئے کہ جہاد کا مقصد سب کے نکلے بغیر حاصل نہیں ہوگا لہذا سب پر نکلنا فرض ہو گیا اور شوہر اور آقا کا حق فرضِ عین کے حق میں ظاہر نہیں ہوتا جس طرح کہ نماز اور روزہ بخلاف اُس صورت کے کہ جب عام حکمِ جہاد نہیں ہوا اسلئے کہ اُس وقت ان کے نکلے بغیر بھی فرضِ کفایہ ادا ہو جائے گا اور اسی طرح بیٹا بھی اپنے والدین کی اجازت کے بغیر نکل سکتا ہے جبکہ نفیر عام نہ ہونے کی صورت میں بیٹا بھی اجازتِ والدین کے بغیر نہیں جائے گا۔''

﴿دشمن کو دعوتِ اِسلام دینا کب مستحب ہے؟﴾

علامہ اکمال الدین ابنِ ہمام (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں:

﴿ ويستحب ان يدعوهم من بلغته الدعوة ﴾ (۲)

ترجمہ: ''اور جن لوگوں تک دعوتِ اسلام پہنچ چکی ہو اُن کو دعوتِ اسلام دینا مُستحب ہے۔''

علامہ زین الدین ابنِ نجیم (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں:

﴿ وندعو اندبا من بلغته ﴾ (۳)

(۱)۔ تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق: ۲۴۱/۳۔

(۲)۔ فتح القدیر: ۱۹۷/۵۔

(۳)۔ بحر الرائق شرح کنز الدقائق: ۷۵/۵۔

ترجمہ: ''جن لوگوں تک دعوتِ اسلام پہنچ چکی ہو اُن کو دعوتِ اسلام دینا مستحب ہے۔''

علامہ **ابنِ عابدین شامی** (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں:

﴿ **فان حاصرنا هم دعونا الى الاسلام فان اسلموا (فبها) والا فالى الجزية فان قبلوا ذلك فلهم مالنا وعليهم ما علينا اى ندبا ان بلغتهم الدعوة** ﴾ (۱)

ترجمہ: ''اگر ہم دُشمن کا محاصرہ کریں تو اُن کو اِسلام کی دعوت دیں گے پس اگر وہ اِسلام لے آئیں تو فبہا ورنہ اُن کو جزیہ کا حکم دیں گے پس اگر وہ جزیہ قبول کر لیں تو اُن کیلئے وہ ہو جائے جو ہمارے لیے ہے۔ اور اُن کے خلاف وہ ہو جائے گا جو ہمارے خلاف ہے یعنی اُن کے خون اور اَموال ہمارے خون اور اَموال کی طرح محفوظ ہو جائیں گے۔ اور یہ دعوتِ اسلام دینا بھی اُس وقت مستحب ہو گا جب اُن تک دعوت اِسلام پہنچ چکی ہو۔''

علامہ **علی بن ابی بکر مرغینانی** (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں:

﴿ **ويستحب ان يدعو من بلغته الدعوة مبالغة فى الانذار و لا يجب ذلك** ﴾ (۲)

ترجمہ: ''اور جن لوگوں تک دعوتِ اسلام پہنچ چکی ہو ان کو دعوتِ اسلام دینا مستحب ہے ڈرسنانے میں مُبالغہ کیلئے اور یہ واجب نہیں ہے۔''

علامہ **عثمان بن علی زیلعی** حنفی (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں:

﴿ کہ جن لوگوں تک دعوتِ اسلام نہیں پہنچی اُن کے بارے مستحب ہے کہ اُنہیں دعوتِ اسلام دی جائے ﴾ (۳)

---

(۱)۔ ردالمحتار المعروف فتاویٰ شامی: ۱۲۸/۳۔

(۲)۔ ھدایہ اولین: ۵۲۰۔

(۳)۔ تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق: ۲۴۳/۳۔

علامہ محمود بن احمد عینی (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں:

﴿ ویستحب ان یدعو الامام او رأس الجیش او السریة من بلغته الدعوۃ مبالغة فی الانذار لانها ربما تنفع ﴾ (۱)

ترجمہ: ''اور امام یا لشکر یا سریہ کے امیر کیلئے مستحب ہے کہ اُن لوگوں کو دعوتِ اسلام دے جن تک دعوتِ اسلام پہنچی ہوئی ہے تاکہ انذار میں مبالغہ ہو جائے کیونکہ بسا اوقات یہ بات مفید ثابت ہوتی ہے

﴿دشمن کو دعوتِ اسلام دینا کب ضروری ہے؟﴾

علامہ کمال الدین ابنِ ہمّام (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں:

﴿ واذا دخل المسلمون دارا لحرب فحاصروا مدینة او حصنا دعوهم الی الاسلام ای فان لم تبلغهم الدعوۃ فهو علی سبیل الوجوب فان اجابوا کفوا عن قتالهم لحصول المقصود وان امتنعوا دعوهم الی اداء الجزیة ﴾ (۲)

ترجمہ: ''اور جب مسلمان دار الحرب میں داخل ہوں تو شہر یا قلعہ کا محاصرہ کرلیں اور اُن کو اسلام کی دعوت دیں یعنی اگر اُن تک دعوتِ اسلام نہیں پہنچی تو یہ واجب ہے پس اگر وہ اسلام قبول کرلیں تو مسلمان اُن سے قتال کرنے سے رُک جائیں کیونکہ جہاد کا مقصد حاصل ہو گیا ہے اور اگر وہ اسلام لانے سے رکیں رہیں تو انہیں جزیہ ادا کرنے کا کہیں۔''

﴿دعوتِ اسلام دیئے بغیر جہاد درست نہیں﴾

علامہ ابن عابدین شامی (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں:

﴿ ولا یحل لنا ان نقاتل من لا تبلغه الدعوۃ الی الاسلام وهو و ان اشتهر فی زماننا شرقا وغربا لکن لا شک ان فی بلاد اللہ من

(۱)۔البنایہ (عینی) شرح ھدایہ: ۵۰۱/۶۔

(۲)۔فتح القدیر: ۱۹۶،۱۹۵/۵۔

لاشعور له بذلك ﴾ (۱)

ترجمہ: ''ہمارے لیے یہ درست نہیں کہ ہم اُن سے قتال کریں جن تک دعوتِ اسلام نہیں پہنچی اور یہ اسلام اگرچہ ہمارے زمانے میں مشرق ومغرب تک پھیل چکا ہے مگر اِس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ کے شہروں میں ایسے بھی لوگ ہیں جنہیں اسلام کا بالکل شعور نہیں لہذا دعوتِ اسلام دینا ضروری ہے۔''

علامہ **زین الدین ابنِ نُجیم** (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں:

﴿ ولا نقاتل من لم تبلغه الدعوة الى الاسلام اى لا يجوز القتال لقوله ﷺ فى وصية امراء الاجناد فادعهم الى شهادة لا اله الا الله ولانهم با لدعوة يعلمون انا نقاتلهم على الدين لا على سلب الاموال وسبى الذرارى ﴾ (۲)

ترجمہ: ''اور ہم اُن لوگوں سے قتال نہیں کریں گے جن کو دعوتِ اسلام نہیں پہنچی یعنی یہ قتال جائز نہیں اِسلئے کہ نبی پاک ﷺ نے لشکروں کے امیروں کو وصیت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ ''تم ان کو **لا الٰہ الا اللہ** کی گواہی کی دعوت دو۔'' اور دوسری وجہ یہ ہے کہ دعوتِ اسلام دینے سے کفار یہ بات جان لیں گے کہ ہم صرف دینِ اسلام کی سربلندی کیلئے جہاد کرتے ہیں نہ کہ کفار کے مال سلب کرنے اور اُن کی اولاد کو قیدی بنانے کیلئے۔''

علامہ **علی بن ابی بکر مرغینانی** (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں:

﴿ ولا يجوز ان يقاتل من لم تبلغه الدعوة الى الاسلام الا انه يدعوه ﴾ (۳)

ترجمہ: ''اور مسلمان کیلئے یہ جائز نہیں کہ اُن سے جہاد کرے جن کو دعوتِ اسلام نہیں پہنچی مگر یہ کہ پہلے اُن کو دعوتِ اسلام دے۔''

---

(۱)۔ردالمحتار المعروف فتاوی شامی: ۱۲۹/۴۔

(۲)۔بحرالرائق: ۷۵/۵۔

(۳)۔حدایہ اولین: ۵۳۰۔

ایک دوسرے مقام پر علامہ **مرغینانی** فرماتے ہیں کہ ''اگر دعوتِ اسلام سے پہلے اُن سے جہاد کرے گا تو گناہ گار ہوگا۔ حضور ﷺ کی اس نہی کی وجہ سے کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ ''تم کسی قوم سے اُس وقت تک مت لڑنا جب تک اُن کو دعوتِ اسلام نہ دے لو۔''

علامہ **عثمان بن علی زیلعی** حنفی (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں:

﴿ولا نقاتل من لم تبلغه الدعوة الى الاسلام لما روينا ولانهم بالدعوة اليهم يعلمون انا نقاتلهم على الدين لا على شيء اخر من الذراري وسلب الاموال فلعلهم يجيبون فيحصل المقصود بلا قتال ومن قاتلهم قبل الدعوة يأثم للنهى﴾ (۱)

ترجمہ: ''اور ہم اُن سے قتال نہیں کریں گے جن کو دعوتِ اسلام نہیں پہنچی اسلئے کہ حضور ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے اور اسلئے کہ دعوت دینے سے وہ کفار جان لیں گے کہ ہم اُن سے صرف دین کی وجہ سے قتال کر رہے ہیں، کسی اور مقصد یعنی بچوں کو قیدی بنانے اور مال وغیرہ سلب کرنے کیلئے نہیں تو شاید وہ اسلام قبول کر لیں تو جہاد کا مقصود بغیر جنگ کے حاصل ہو جائے گا اور جس نے اُن سے دعوتِ اسلام دیئے بغیر قتال کیا تو وہ گناہگار ہوگا حضور ﷺ کے منع کر دینے کی وجہ سے۔''

﴿کفار کے درختوں کو کاٹنا اور جلانا جائز﴾

علامہ **اکمال الدین ابنِ ہمام** (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں:

﴿ويستحب ان يدعوهم من بلغته الدعوة فان ابوا ذلك استعانوا بالله عليهم وحاربوهم ونصبوا عليهم المجانين وحرقوهم وارسلوا عليهم الماء وقطعوا اشجارهم وافسدوا زروعهم لان فى جميع ذلك الحاق الكبت والغيظ بهم وكسر شوكتهم وتفريق جمعهم فيكون مشروعا﴾

(۱) تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق: ۳/۲۲۳۔

ترجمہ : ''اور جن لوگوں تک دعوتِ اسلام پہنچ چکی ہو اُن کو دعوتِ اسلام دینا مستحب ہے پس اگر وہ اسلام لانے سے انکار کریں تو مسلمان اُن کے خلاف اللہ سے مدد طلب کریں گے، اُن سے جنگ کریں گے، اُن پر منجنیقیں نصب کریں گے، اُن کی سرزمین کو جلا دیں گے، اُن پر پانی چھوڑیں گے، اُن کے درختوں کو کاٹ دیں گے اور اُن کی کھیتیوں کو برباد کردیں گے اسلئے کہ ان تمام صورتوں میں کفار کو غصہ دلانا ہے، اُن کو ذلیل و رسوا کرنا ہے، اُن کی شان و شوکت کو توڑنا ہے۔ اور اُن کی اجتماعیت کو متفرق کرنا ہے لہذا مذکورہ تمام اُمور جائز ہوں گے۔'' (۱)

علامہ **زین الدین ابن نجیم** (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں:

﴿ وندعوا ندبا من بلغته والا فنستعين عليهم با للّٰه تعالى و مخاربهم بنصب المجانيق وحرقهم وغرقهم وقطع اشجارهم وافساد زرعهم ورميهم ﴾ (۲)

ترجمہ : ''اور جن لوگوں تک دعوتِ اسلام پہنچ چکی ہے اُنہیں دعوتِ اسلام دینا مستحب ہے پس اگر وہ اسلام قبول کرلیں تو فبہا ورنہ ہم اُن کے خلاف اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کریں گے۔ اور اُن سے جنگ کریں گے منجنیق وغیرہ نصب کرنے کے ذریعے، اُن کی زمین کو آگ لگانے، اُن کو غرق کرنے، اُن کے درختوں کو کاٹنے، اُن کی کھیتیوں کو برباد کرنے اور اُن پر تیر اندازی کرنے کے ذریعے جنگ کریں گے۔''

اِس کے علاوہ تقریباً یہی مفہوم علامہ عینی، علامہ زیلعی اور صاحب ہدایہ نے نقل فرمایا ہے: (۳)

﴿غدر، غلول اور مثلہ کی ممانعت﴾

علامہ **زینُ الدین اِبنِ نجیم** (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں:

﴿ نهينا عن غدر وغلول ومثلة لقوله ﷺ لا تغلوا ولا تغدروا ولا تمثلوا

---

(۱)۔ فتح القدیر: ۵/ ۱۹۵۔

(۲)۔ بحر الرائق: ۵/ ۷۶۔

(۳)۔ عمدۃ [illegible] شرح [illegible]: [illegible]، تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق: ۳/ ۲۴۳، ہدایہ [illegible]: ۵۶۰۔

والغدر الخيانة ونقض العهد والغلول السرقة من المغنم ﴾ (۱)

ترجمہ : ''ہمیں غدر، غلول اور مثلہ سے منع کیا گیا ہے نبی پاک ﷺ کے اس ارشاد کی وجہ سے کہ ''تم غلول، غدر اور مثلہ نہ کرو'' اور غدر خیانت اور عہد توڑنے کو کہتے ہیں اور غلول مال غنیمت میں چوری کرنے کو کہتے ہیں۔''

علامہ **اکمال الدین ابن ہمام** (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں:

﴿ وينبغي للمسلمين ان لايغدروا ولا يغلوا ولا يمثلوا لقوله ﷺ اى يحرم عليهم ﴾ (۲)

ترجمہ: ''اور مسلمانوں کیلئے یہ مناسب ہے کہ وہ غدر نہ کریں، غلول اور مثلہ نہ کریں نبی پاک ﷺ کے ارشاد کی وجہ سے یعنی یہ اُمور حرام ہیں۔''

یہی مضمون صاحب ہدایہ، علامہ عینی اور علامہ زیلعی نے نقل کیا ہے: (۳)

﴿عورت، بچے، شیخ فانی، اندھے اور لنگڑے کے قتل کی ممانعت﴾

علامہ **اکمال الدین ابن ہمام** (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں:

﴿ ولا يقتلوا امرأة ولا صبيا ولا شيخا فانيا ولا مقعد اولا اعمى ﴾ (٤)

ترجمہ: ''اور وہ مسلمان کسی عورت، بچے، شیخ فانی، اپاہج اور اندھے کو قتل نہ کریں۔''

علامہ **علی بن ابی بکر مرغینانی** (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں:

﴿ ولايقتلوا امرأة ولا صبيا ولا شيخا فانيا ولا مقعد ا ولا اعمى لان المبيح للقتل عندنا هو الحرب ولا يتحقق منهم ﴾ (٥)

(۱)۔ بحرالرائق: ۵/۵۔

(۲)۔ فتح القدیر: ۵/۲۰۱۔

(۳)۔ ھدایہ اولین: ۵۶۲۔ عینی شرح ھدایہ: ۶/۵۰۸۔ تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق: ۳/۲۴۴۔

(٤)۔ فتح القدیر: ۵/۲۰۱۔

(٥)۔ ھدایہ اولین: ۵۶۲۔

ترجمہ: ''اور وہ مسلمان کسی عورت، بچے، شیخ فانی، اپاہج اور لنگڑے کو قتل نہ کریں کیونکہ جنگ کو جائز کرنے والی چیز ہمارے نزدیک لڑائی کرنا ہے اور یہ بات اُن سب میں نہیں پائی جاتی۔''

یہی مضمون علامہ عینی اور علامہ زیلعی نے نقل کیا ہے: (۱)

﴿دشمن سے صلح کا جواز﴾

علامہ **زین الدین ابنِ نجیم** (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں:

﴿ ونصالحهم ولو بمال لقوله تعالى " وان جنحوا للسلم... (الانفال:٦١)لان المقصود وهو دفع الشر حاصل به ﴾ (۲)

ترجمہ: ''اور ہم دشمنوں سے صلح کریں گے اگرچہ مال کے ذریعے ہو اسلئے کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ ''اگر وہ صلح کی طرف جھکیں تو تم بھی اُن کی طرف جھکو اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرو'' اور اسلئے کہ جہاد کا مقصد کفار کے شر کو دور کرنا ہے اور یہ صلح کے ذریعے بھی حاصل ہو جاتا ہے۔''

علامہ **علی بن ابی بکر مرغینانی** (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں:

﴿ واذا رأى الامام ان يصالح اهل الحرب او فريقا منهم وكان ذلك مصلحة للمسلمين فلا بأس به ﴾ (۳)

ترجمہ: ''اور جب حاکم اہل حرب یا اُن کے کسی فریق سے صلح کرنا بہتر سمجھے اور یہ صلح کرنا مسلمانوں کی مصلحت میں ہو تو اِس میں کوئی حرج نہیں۔''

☆/☆/☆/☆/☆/☆/☆

☆/☆/☆/☆/☆

☆/☆/☆

☆

(۱) ۔عینی شرح ہدایہ: ۵۰۹/۶۔ تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق: ۲۴۵/۳۔

(۲) ۔بحر الرائق: ۷۸/۵۔

(۳) ۔ہدایہ اولین: ۵۴۳۔

﴿فصل خامس﴾

میثاقِ مدینہ اور اِس کے نتائج

میثاق مدینہ

مدینہ میں انصار کے علاوہ بہت سے یہود بھی آباد تھے۔ اِن یہودیوں کے تین قبیلے بنونضیر بنوقریظہ اور بنو قینقاع مدینہ کے اطراف میں آباد تھے۔ ہجرت سے پہلے یہودیوں اور انصار میں ہمیشہ اِختلاف رہتا تھا۔ اور وہ اِختلاف اب بھی موجود تھا۔ اور انصار کے دو قبیلے اوس وخزرج بھی بہت کمزور ہو چکے تھے کیونکہ ان دونوں قبیلوں کے درمیان مشہور لڑائی ''جنگِ بعاث'' ہو چکی تھی جس میں دونوں قبیلوں کے بڑے بڑے سردار آپس میں لڑ لڑ کر مر چکے تھے۔ اور یہودی ہمیشہ اِس قسم کی تدبیروں اور شرارتوں میں لگے رہتے تھے کہ انصار کے یہ دونوں قبائل ہمیشہ آپس میں لڑتے رہیں اور کبھی متحد نہ ہوں اِن حالات کے پیشِ نظر حضور ﷺ نے یہودیوں اور مسلمانوں کے آئندہ تعلقات کے بارے ایک معاہدہ کی ضرورت محسوس کی تا کہ دونوں فریق اَمن وسکون کے ساتھ رہیں اور آپس میں کوئی تصادم اور ٹکراؤ نہ ہونے پائے، چنانچہ حضور ﷺ نے انصار اور یہود کو بلا کر معاہدہ کی ایک دستاویز لکھوائی جس پر دونوں فریقوں کے دستخط ہو گئے۔ (۱)

اِس معاہدہ کی دفعات کا خلاصہ حسبِ ذیل ہے:

﴿بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ،ھذا کتاب من محمد النبی ﷺ---﴾

یہ تحریری عہد نامہ ہے جو محمد نبی ﷺ کی طرف سے مسلمانوں، انصار اور اُن یہود کے درمیان ہے جو مسلمانوں کے تابع ہوں اور ان کے ساتھ اِلحاق چاہیں۔ ہر فریق اپنے اپنے مذہب پر قائم رہ کر اُمور ذَیل کا پابند ہوگا:

(۱): قصاص اور خون بہا کے جو طریقے قدیم زمانے سے چلے آرہے ہیں وہ عدل وانصاف کے ساتھ بدستور قائم رہیں گے۔

---

(۱)۔ سیرت مصطفی: ۱۳۲۔

(۲): ہر گروہ کو عدل و انصاف کے ساتھ اپنی جماعت کا فِدیہ دینا ہوگا یعنی جس قبیلہ کا جو قیدی ہوگا اُس قیدی کو چھڑانے کیلئے زرِ فدیہ کا دینا بھی اُسی قبیلہ کے ذمے لازم ہوگا۔

(۳): ظلم، اِثم، عُدوان اور فساد کے مقابلے میں سب متفق رہیں گے۔ اس بارے کسی کی کوئی رعایت نہ کی جائے گی اگرچہ وہ کسی کا بیٹا ہی کیوں نہ ہو۔

(٤): کوئی مسلمان کسی کافر کے مقابلے میں قتل کرنے کا مجاز نہ ہوگا اور نہ کسی مسلمان کے مقابلے میں کسی کافر کی کسی قسم کی مدد کی اِجازت ہوگی۔

(۵): ایک اَدنیٰ مسلمان کو پناہ دینے کا وہی حق ہوگا جو ایک بڑے مرتبہ کے مسلمان کو ہوگا۔

(٦): جو یہود مسلمانوں کے تابع ہو کر رہیں گے اُن کی حفاظت مسلمانوں کے ذمے ہوگی، اُن پر کسی قسم کا کوئی ظلم نہ ہوگا اور نہ اُن کے مقابلے میں دشمن کی مدد کی جائے گی۔

(۷): کسی کافر مشرک کو یہ حق نہ ہوگا کہ مسلمانوں کے مقابلے میں قریش کی کسی جان یا مال کو پناہ دے یا قریش اور مسلمانوں کے درمیان حائل ہو۔

(۸): جنگ کے وقت یہود کو جان و مال سے مسلمانوں کا ساتھ دینا ہوگا اور مسلمانوں کے خلاف کسی کی مدد کی اِجازت نہ ہوگی۔

(۹): نبی پاک ﷺ کا کوئی دشمن اگر مدینہ پر حملہ کرے تو یہود پر آپ کی مدد لازم ہوگی۔

(۱۰): جو قبائل اِس عہد اور حلف میں شریک ہوں اگر ان میں سے کوئی قبیلہ اِس حلف اور عہد سے علیحدگی اِختیار کرنا چاہے تو آپ کی اِجازت کے بغیر علیحدگی اِختیار کرنے کا مجاز نہ ہوگا۔

(۱۱): کسی فتنہ پرداز کی مدد یا اُس کو ٹھکانہ دینے کی اِجازت نہ ہوگی، جو شخص کسی بدعتی کی مدد کرے گا یا اُس کو اپنے پاس ٹھکانہ دے گا تو اُس پر اللہ کی لعنت اور غضب قیامت تک ہوگا اور اُس کا کوئی عمل قبول نہ ہوگا۔

(۱۲): مسلمان اگر کسی سے صلح کرنا چاہیں گے تو یہود کو بھی اُس سے صلح کرنا ہوگی۔

(۱۳): جو کوئی مسلمان کو قتل کرے اور شہادت موجود ہو تو اُس کا قصاص لیا جائے گا اِلاّ یہ کہ ولیِ مقتول دِیَت پر راضی ہو جائے۔

(۱۴): جب کبھی کوئی جھگڑا یا کوئی باہمی اختلاف ہو جائے تو اللہ اور اُس کے رسول کی طرف رجوع کیا جائے گا۔ (۱)

﴾میثاق مدینہ کے نتائج اور اثرات﴿

ڈاکٹر **حمید اللہ** میثاقِ مدینہ پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

''ایک چھوٹی سی بستی کو جو تقریباً بیس محلوں پر مشتمل تھی، شہری مملکت کی صورت میں منظم کیا گیا اور اس کی قلیل مگر کثیر الاجناس آبادی کو ایک لچک دار اور قابلِ عمل دستور کے ماتحت ایک مرکز پر متحد کیا گیا۔ اور اُن کے تعاون سے شہر مدینہ میں ایک سیاسی نظام قائم کر کے چلایا گیا جو بعد میں ایشیا، یورپ اور افریقہ کے تین براعظموں پر پھیلی ہوئی ایک وسیع اور زبردست شہنشاہیت کا بلا کسی دقت کے صدر مقام بن گیا۔ (۲)

ول ہازن (Well-Hausan) لکھتا ہے۔

"The first Arabic community with sovereign power was established by Muhammad (peace be upon him)in the city of Madina ,not on the bases of blood which naturally tends to divesity ,but upon that of religion binding on all."

''مکمل حاکمانہ اختیارات کے ساتھ پہلا عربی معاشرہ حضرت محمد ﷺ کے ہاتھوں شہر مدینہ میں قائم ہوا لیکن خون کی بنیاد پر نہیں جو لامحالہ اختلافات کو جنم دیتا ہے بلکہ دین کی بنیاد پر جس کا اطلاق ہر فرد پر یکساں ہوتا ہے۔'' (۳)

منشورِ مدینہ پر ''**نکلسن**'' (Nicholoson) کا تبصرہ یوں ہے:

---

(۱)۔ ملخص از البدایہ والنھایہ: ۲۲۴/۳۔ سیرت ابن ھشام: ۱۴۷/۲۔

(۲)۔ عہد نبوی میں نظام حکمرانی: ۹۹۔

(۳) The Historians History of the world Volume viip : 291

"Qstensibly a cautions and tactful reform ,it was in reality a revolution . Muhammad (peace be upon him) durst not only strike openly on the independence of the tribes ,but he destroyed it ,in effect ,by shifting the center of power from the tribe to the community ;and although the community included fews pagans as wellas Muslim ,he fully recognised ,what his opponent facted to forse ,that the Muslims were active ,and must soon be the predominat , partners in the newlyfoundedstate."(1)

ترجمہ: ''بظاہر طور پر ایک محتاط اور ماہرانہ اِصلاح بلکہ درحقیقت ایک اِنقلاب تھا۔ حضرت محمد ﷺ نے قبائل کی خودمختاری پر نہ صرف یہ کہ کھلم کھلا ضرب لگائی بلکہ اُسے ختم کر دیا اور انجام کار مرکزِ قوت قبیلہ سے معاشرہ کی طرف منتقل کر دیا۔ معاشرہ میں اگرچہ مسلمان، یہود اور مشرک بھی شامل تھے اور وہ اِسے اچھی طرح جانتے تھے اور جسے اُن کے دشمن نہ دیکھ سکے مگر اُن کی نگاہ دُوررس نے دیکھ لیا تھا کہ نئی بننے والی ریاست میں مسلمان ہی نہ صرف فعّال بلکہ اِس کا غالب حصہ ہوں گے۔''(۱)

پیر محمد کرم شاہ الازہری فرماتے ہیں:

''اِس منشور کی امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ اِس میں نہ تو کسی شخص اور قبیلہ کے کسی حق کو غصب کیا گیا ہے اور نہ کسی پر مذہبی عقیدہ میں کوئی جبر کیا گیا ہے، نہ اُن کے معاشرے میں رَواج پذیر رُسوم ورَواج کو چھیڑا گیا ہے اور نہ اُن کے نجی معاملات میں کسی قسم کی مداخلتِ بے جا کی گئی ہے۔ مدینہ کے لوگ جو مدت دراز سے جنگ وجدال کی بھٹی میں جل رہے تھے اُن کو باہمی اَمن وصلح کی ضمانت دی جا رہی ہے اسی لئے تمام اہل عرب نے قبائلی اور مذہبی اِختلافات کے باوجود اِس منشور کو صدقِ دل سے قبول کرلیا۔''

(۱)-Nicholoson:173-

ایک دوسرے مقام پر ارشاد فرماتے ہیں:

''اس منشور سے پہلے عرب حد درجہ انفرادیت کا شکار تھے، وہ نہ کسی قانون کے پابند تھے اور نہ کسی قوتِ حاکمہ کے سامنے سرِ تسلیم خم کرنے کے عادی تھے۔ وہ اپنی حق تلفی کا مداوا اپنے زور سے کیا کرتے تھے۔ وہاں کوئی ایسی اجتماعی قوت نہیں تھی جو اُن کے جان و مال اور عزت کی حفاظت کی ضمانت دے۔ لیکن اس منشور میں ان ساری انفرادیتوں کو زندہ درگور کردیا گیا اور اس نئے معاشرے میں ایک ایسی مرکزی قیادت قائم کردی گئی جس کی طرف وہ ہر موقع پر رجوع کر سکتے تھے وہ اُصولِ انفرادیت جو اسلام سے پہلے عرب کے معاشرے کے طرۂ امتیاز تھے، اُنہیں اس نوشتہ کے ذریعے اجتماعیت سے بدل دیا گیا۔ یوں طوائف الملوکی کا بھی خاتمہ ہوگیا اور نسلی اور مذہبی لحاظ سے منتشر افراد ایک لڑی میں پرو دیئے گئے تمام مرکز قوتیں ایک کل میں ضم ہوگئیں اور تمام باشندوں کو یکساں حقوق میسر آ گئے۔'' (۱)

ان تمام اُقوال سے میثاقِ مدینہ کے مندرجہ ذیل نتائج و اثرات معلوم ہوئے:

(۱): اس میثاق کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمان ایک قوم کی حیثیت سے رہنے لگے۔

(۲): دین کو دُنیاوی معاملات پر فوقیت دی جانے لگی۔

(۳): انفرادی ترجیحات کی بجائے اجتماعی سوچ پروان چڑھنے لگی۔

(٤): شخصی آزادی میں مساوات کا اُصول کارفرما ہونے لگا۔

(٥): مسلمانوں کو اعلانیہ تبلیغ کا موقع مل گیا۔

(٦): میثاقِ مدینہ ایک سیاسی اور معاشرتی منشور تھا جس کی بنیاد پر اسلامی ریاست کی بنیاد رکھی گئی۔

ڈاکٹر حمید اللہ لکھتے ہیں کہ ''یہ دُنیا کا سب سے پہلا تحریری دستورِ مملکت تھا اور اس کا ایک ایک لفظ اوراقِ تاریخ میں محفوظ ہے۔''

(۷): اس معاہدے سے یہود کی تائید وحمایت حاصل کرنا حضور ﷺ کی بہت بڑی سیاسی کامیابی تھی۔

(۸): میثاقِ مدینہ کی رو سے مدینہ منورہ کو حرم قرار دینے سے نہ صرف مدینہ کی حرم کی حدود قائم کردی گئی۔

(۱)۔ضیاء النبی: ۱۸۹،۱۹۹۔

بلکہ ہر قسم کے فتنہ وفساد کو ختم کر دیا گیا اور مدینہ منورہ کا تقدس قائم کر دیا گیا۔

(۹): تمام تنازعات میں تاجدار انبیاء ﷺ کو ثالث تسلیم کر لیا گیا جس سے سیاسی اور عدالتی لحاظ سے آخری اتھارٹی آپ کو قرار دے دیا گیا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

☆☆☆☆☆☆

☆☆☆

☆

فصل سادس

صلح حدیبیہ اور اِس کے نتائج

حدیبیہ کا جغرافیائی محلِ وقوع

حدیبیہ ایک متوسط بستی ہے، یہاں حدیبیہ نام کا ایک کنواں تھا، یہ کنواں اُس درخت کے پاس تھا جس کے نیچے رسول پاک ﷺ نے صحابہ کرام ﷺ سے بیعتِ رضوان لی تھی ۔ یہ مکہ مکرمہ سے ایک مرحلہ (ایک دن کی مسافت) پر واقع ہے۔ اور مدینہ منورہ سے نو (۹) مرحلہ پر واقع ہے۔ حدیث پاک میں ہے کہ حدیبیہ ایک کنواں ہے، اس کا بعض حصہ حرم ہے اور بعض خارج از حرم ہے اور حضرت مالک بن اُنس ﷺ فرماتے ہیں کہ تمام حدیبیہ حرم ہے۔ ہجرت نبوی کے ساڑھے پانچ سال بعد نبی پاک ﷺ نے عمرۂ حدیبیہ ادا کیا تھا۔ (۱)

صلحِ حدیبیہ کا واقعہ بالتفصیل

ذوالقعدہ ۶ ھ میں حضور ﷺ چودہ سو صحابہ (علیہم الرضوان) کے ہمراہ عمرہ کا اِحرام باندھ کر مکہ مکرمہ کیلئے روانہ ہوئے ۔ حضور ﷺ کو یہ اندیشہ تھا کہ شاید کفار مکہ ہمیں عمرہ کی ادائیگی سے روکیں ۔ اسلئے آپ نے پہلے ہی قبیلہ خزاعہ کے ایک شخص کو مکہ بھیج دیا تھا تا کہ وہ کفار مکہ کے ارادوں کی خبر لائے ۔ جب آپ کا قافلہ مقام ''عسفان'' کے قریب پہنچا تو وہ شخص یہ خبر لایا کہ کفار مکہ نے تمام قبائلِ عرب کے کافروں کو جمع کر کے یہ کہہ دیا ہے کہ مسلمانوں کو ہرگز ہرگز مکہ میں داخل نہ ہونے دیا جائے چنانچہ کفار قریش نے اپنے ہمنوا تمام قبائل کو جمع کر کے ایک فوج تیار کر لی اور مسلمانوں کا راستہ روکنے کیلئے مکہ سے باہر نکل کر مقام ''بلدح'' میں پڑاؤ ڈال دیا۔ اور خالد بن ولید اور ابو جہل کا بیٹا عکرمہ یہ دونوں ۲۰۰ دو سو چنے ہوئے سواروں کا دستہ لے کر مقامِ ''غمیم'' تک پہنچ گئے ۔ جب حضور ﷺ کو راستہ میں خالد بن ولید کے سواروں کی گرد نظر آئی تو آپ نے شاہراہ سے ہٹ کر سفر شروع کر دیا اور عام راستہ سے ہٹ کر آگے بڑھے

(۱) شرح صحیح مسلم، علامہ غلام رسول سعیدی: ۵/۳۳۲۔ صحیح بخاری: ۲/۵۹۸۔

سردار عُروہ بن مسعود کھڑا ہو گیا اور کہا کہ اے قریش! کیا میں تمہارا باپ نہیں؟ سب نے کہا کہ ہاں کیوں نہیں! پھر اُس نے کہا کہ کیا تم لوگ میرے بچے نہیں؟ سب نے کہا کہ ہاں کیوں نہیں! پھر اُس نے کہا کہ میرے بارے تم لوگوں کو کوئی بدگمانی تو نہیں؟ سب نے کہا کہ ہرگز نہیں۔ اس کے بعد عروہ نے کہا کہ محمد ﷺ نے بہت ہی سمجھداری اور بھلائی کی بات کی ہے۔ لہذا تم لوگ مجھے اجازت دو کہ میں اُن سے ملکر معاملات طے کروں، سب نے اجازت دے دی کہ بہت اچھا! آپ جائیں۔

عروہ بن مسعود وہاں سے چل کر حدیبیہ کے میدان میں پہنچا اور حضور ﷺ کو مخاطب ہو کر کہنے لگا کہ بدیل بن ورقاء کی زبانی آپ کا پیغام ہمیں ملا۔ اے محمد! مجھے آپ سے یہ کہنا ہے کہ اگر آپ نے لڑکر قریش کو برباد کر کے دنیا سے نیست و نابود کر دیا تو مجھے بتائیے کہ آپ سے پہلے بھی کسی عرب نے اپنی قوم کو برباد کیا ہے؟ اور اگر لڑائی میں قریش کا پلہ بھاری ہو گیا تو آپ کے ساتھ جو لشکر ہے میں ان میں سے ایسے چہروں کو دیکھ رہا ہوں کہ یہ سب آپ کو تنہا چھوڑ کر بھاگ جائیں گے۔ عروہ کا یہ جملہ سن کر حضرت ابوبکر صدیق ﷜ کے صبر و ضبط کی تاب نہ رہی اور آپ نے تڑپ کر کہا کہ اے عروہ! چپ ہو جا اپنی دیوی ''لات'' کی شرمگاہ چوس۔ کیا ہم بھلا اللہ ﷻ کے رسول ﷺ کو چھوڑ کر بھاگ جائیں گے؟ عروہ نے تعجب سے پوچھا کہ یہ کون شخص ہے؟ تو لوگوں نے کہا کہ یہ ابوبکر ہیں۔ تو عروہ نے کہا کہ مجھے اُس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے! کہ اے ابوبکر! اگر تیرا ایک احسان مجھ پر نہ ہوتا جس کا میں نے بدلہ ابھی تک چکانا ہے تو میں تیری اس تلخ بات کا ضرور جواب دیتا۔

اس کے بعد عروہ نے پورے لشکر کو دیکھا اور پورے لشکر کو دیکھ بھال کر کے وہاں سے روانہ ہو گیا۔ عروہ نے میدان حدیبیہ میں صحابۂ کرام کی حیرت انگیز اور تعجب خیز عقیدت و محبت کا جو منظر دیکھا تھا اس نے اُس کے دل پر بڑا عجیب اثر ڈالا چنانچہ اُس نے قریش کے پاس جا کر اپنا تاثر ان الفاظ میں بیان کیا کہ

''اے میری قوم! خدا کی قسم! جب محمد ﷺ اپنا کھنکار تھوکتے ہیں تو وہ کسی نہ کسی صحابی کی ہتھیلی پر پڑتا ہے اور وہ فرطِ عقیدت سے اُس کو اپنے چہرے اور اپنے جسم پر مل لیتا ہے اور اگر وہ کسی بات کا اُن کو حکم دیتے ہیں تو سب کے سب اُس کی تعمیل کیلئے جھپٹ پڑتے ہیں اور جب وہ وضو کرتے ہیں تو اُن کے اصحاب

اُن کے وضو کے دھوون کو اِس طرح حاصل کرتے ہیں کہ گویا کسی کو نہ ملنے کی وجہ سے اُن میں تلوار چل پڑے گی اور جب وہ گفتگو کرتے ہیں تو تمام اَصحاب خاموش ہو جاتے ہیں اور اُن کے ساتھیوں کے دلوں میں اُن کی اتنی عظمت ہے کہ کوئی شخص بھی اُن کی طرف نظر بھر نہیں دیکھ سکتا۔ اے میری قوم! خدا کی قسم میں نے بڑے بڑے بادشاہوں کے دربار دیکھے، میں قیصر و کسریٰ اور نجاشی کے درباروں میں باریاب ہو چکا ہوں مگر خدا کی قسم! میں نے کسی بادشاہ کے درباریوں کو اپنے بادشاہ کی اتنی تعظیم کرتے ہوئے نہیں دیکھا جتنی محمد مصطفیٰ ﷺ کے ساتھی اُن کی کرتے ہیں۔''

عروہ بن مسعود کی یہ گفتگو سُن کر قبیلہ بنی کنانہ کے ایک شخص نے جس کا نام ''حلیس'' تھا، یہ کہا کہ تم لوگ مجھے اجازت دو کہ میں اُن کے پاس جاؤں۔ قریش نے کہا کہ تم بھی ضرور جاؤ۔ پھر اس کے بعد مکرز بن حفص حضور کے لشکر کے پاس آیا حضور ﷺ نے فرمایا کہ یہ مکرز ہے، بڑا ہی لُچا آدمی ہے۔ اُس نے آپ سے گفتگو شروع کی۔ ابھی اُس کی بات پوری بھی نہ ہوئی تھی کہ اچانک سہیل بن عمرو آ گیا۔ اُس کو دیکھ کر حضور ﷺ نے نیک فالی کے طور پر ارشاد فرمایا کہ سہیل آ گیا ہے۔ لو اَب تمہارا معاملہ سہل ہو گیا۔ چنانچہ سہیل نے آتے ہی کہا کہ آیئے! ہم اور آپ اپنے اور آپ کے درمیان دستاویز لکھیں حضور ﷺ نے اِس کو منظور فرما لیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دستاویز لکھنے کیلئے طلب فرمایا۔ سہیل بن عمرو اور حضور ﷺ کے درمیان کافی دیر تک صلح کی شرائط پر گفتگو ہوتی رہی بالآخر چند شرائط پر دونوں متفق ہو گئے۔

حضور ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ لکھو: "**بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ**" سہیل نے کہا کہ ہم "**رَحْمٰن**" کو نہیں جانتے کہ یہ کیا ہے؟ اِسلئے آپ "**بِسْمِكَ اللّٰهُمَّ**" لکھوایئے جو ہمارا اور آپ کا پرانا دستور ہے۔ حضور ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اے علی! اچھا "**بِسْمِكَ اللّٰهُمَّ**" ہی لکھو۔ پھر حضور ﷺ نے یہ لکھوایا کہ "**هٰذَا مَا قَاضٰى عَلَيْهِ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ**" سہیل پھر بھڑک اُٹھا اور کہنے لگا کہ خدا کی قسم! اگر ہم جان لیں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں تو پھر آپ کو بیت اللہ سے کیوں روکتے؟ اور آپ سے جنگ کیوں کرتے؟ اِسلئے آپ ہمارے نزدیک "**محمد بن عبد الله**" ہیں، لہٰذا آپ یہی لکھوائیں۔ تو حضور ﷺ نے اِرشاد فرمایا کہ خدا کی قسم! میں "**محمد**

رسول اللہ" بھی ہوں اور "محمد بن عبداللہ" بھی ہوں، یہ اور بات ہے کہ ابھی تم میری رسالت کو جھٹلاتے ہو۔ یہ کہہ کر آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ "محمد رسول اللہ" مٹادو اور اس جگہ "محمد بن عبد اللہ" لکھو۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے زیادہ کون مسلمان فرمانبردار ہو سکتا ہے؟ مگر محبت کے عالم میں کبھی ایسا مقام بھی آجاتا ہے کہ سچے محب کو اپنے محبوب کی فرمانبرداری سے محبت ہی کے جذبہ میں انکار کرنا پڑتا ہے۔ اسلئے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ! میں تو آپ کے نام کو ہرگز ہرگز نہیں مٹا سکتا، پس آپ ﷺ نے فرمایا کہ اچھا مجھے دکھاؤ کہ میرا نام کہاں ہے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے وہ جگہ بتائی تو حضور ﷺ نے اُس جگہ سے خود "رسولُ اللہ" مٹادیا اور "محمد بن عبد اللہ" لکھوادیا۔

بہر حال صلح کی تحریر مکمل ہوئی، اسکی دستاویز یہ تھیں:

(۱): فریقین کے درمیان آئندہ دس سال تک لڑائی بالکل موقوف رہے گی۔

(۲): مسلمان اس سال بغیر عمرہ کی ادائیگی کے واپس چلے جائیں گے۔

(۳): آئندہ سال عمرہ کیلئے آئیں گے اور صرف تین دن مکہ میں ٹھہریں گے اور پھر واپس چلے جائیں گے۔

(٤): تلوار کے سواء کوئی دوسرا ہتھیار ساتھ نہیں لائیں گے اور تلوار بھی نیام کے اندر رکھ کر تھیلے وغیرہ میں بند ہوگی۔

(٥): مکہ میں جو مسلمان پہلے سے مقیم ہیں اُن میں سے کسی کو اپنے ساتھ نہ لے جائیں اور مسلمانوں میں سے اگر کوئی مکہ میں رہنا چاہیں تو اُس کو نہ روکیں۔

(٦): کافروں یا مسلمانوں میں سے کوئی شخص اگر مدینہ چلا جائے تو واپس کر دیا جائے گا لیکن اگر کوئی مسلمان مدینہ سے مکہ چلا جائے تو وہ واپس نہیں کیا جائے گا۔

(۷): قبائلِ عرب کو اختیار ہوگا کہ وہ فریقین میں سے جس کے ساتھ چاہیں دوستی کا معاہدہ کرلیں۔

یہ شرائط بظاہر مسلمانوں کے سخت خلاف تھیں اور صحابۂ کرام (رضوان اللہ علیہم) کو اس پر زبردست ناگواری

گزر رہی تھی مگر تاریخ نے بتا دیا کہ یہ شرائط حضور ﷺ کی دُور رس نظر کا نتیجہ تھیں جس کے فوائد بعد میں ظاہر ہوئے۔ (۱)

صلح حدیبیہ کے نتائج واثرات کا تفصیلی جائزہ

امام زہری فرماتے ہیں:

''کہ فتحِ حدیبیہ ایسی عظیم الشان فتح تھی کہ اس سے قبل اس شان کی فتح نصیب نہیں ہوئی۔ آپس کی لڑائی کی وجہ سے ایک دوسرے سے مل جل نہیں سکتے تھے۔ صلحِ حدیبیہ کی وجہ سے لڑائی ختم ہوئی اور اَمن قائم ہوا اور جو لوگ اسلام کو ظاہر نہیں کر سکتے تھے اب وہ اعلانیہ احکامِ اسلام بجا لانے لگے۔ آپس کی منافرت اور کشیدگی دور ہوئی، بات چیت کا موقع ملا، مسائلِ اسلامیہ پر گفتگو اور مناظرہ کی نوبت آئی قرآن کریم کو سنا گیا، اس فتح کا عظیم اثر یہ ہوا کہ صلحِ حدیبیہ سے لیکر فتحِ مکہ تک اس قدر کثرت سے لوگ اسلام لائے کہ ابتداءِ بعثت سے لے کر اُس وقت تک اتنے مسلمان نہ ہوئے تھے۔'' (۲)

مولانا ادریس کاندھلوی لکھتے ہیں:

''اسلام تو مکارمِ اَخلاق اور محاسنِ اَعمال کا معدنُ وسرچشمہ اور تمام خوبیوں اور بھلائیوں کا مجموعہ تھا ہی لیکن حضراتِ صحابۂ کرام (رضوان اللہ علیہم) بھی فضائل ومحاسن کی زندہ تصویر تھے۔ اب تک عناد ومنافرت اور بغض وعداوت کی آنکھیں اُن کے ادراک سے مانع تھیں۔ اب صلح کی وجہ سے عناد ومنافرت کا پردہ آنکھوں سے ہٹا تو اسلام کی دلفریب تصاویر نے اپنی طرف کھینچا، صلح سے پہلے کفارِ مکہ لکن لایشعرون کے مصداق تھے اسلئے کہ اسلام اور مسلمان اُن سے پوشیدہ تھے اب صلح کی وجہ سے جب عداوت ومنافرت دلوں سے دور ہوئی تو وہ ذی شعور بنے اور حقانی لوگوں کی پیشانی کا نور اُن کو نظر آیا۔'' (۳)

مولانا عبدالستار لکھتے ہیں:

---

(۱)۔ صحیح بخاری: ۳۸۰/۱۔ سیرت ابن ہشام: ۳/۳۱۷۔

(۲)۔ فتح الباری: ۲۵۶/۵، ۲۵۷۔ زرقانی: ۲/۲۱۰۔ سیرت المصطفیٰ: ۲/۳۳۹۔

(۳)۔ سیرت المصطفیٰ: ۲/۳۳۹، ۳۵۰۔

''صلح کا انجام یہ ہوا کہ مکہ فتح ہو گیا اور سارے مکہ والے مسلمان ہو گئے اور لوگ اللہ کے دین میں فوج درفوج داخل ہوئے۔ صلح سے پہلے مکہ والے مسلمانوں کے ساتھ میل جول نہیں رکھتے تھے اور نبی پاک ﷺ کے اُمور سے واقف نہیں ہوئے تھے اور جو لوگ آپ ﷺ کے حالات مفصل طور پر جانتے تھے اہلِ مکہ اُنہیں آنے نہیں دیتے تھے۔ لیکن جب صلحِ حدیبیہ ہوگئی تو مکہ والوں نے مسلمانوں سے میل جول کیا، مکہ والے مدینہ آئے اور مسلمان مدینہ سے مکہ گئے۔ انہوں نے اپنے دوستوں اور واقف کاروں سے تبادلۂ خیال کیا، نبی اکرم ﷺ کے اَحوال، آپ ﷺ کے معجزات اور نبوت کی علامات اور آپ ﷺ کا طرزِ زندگی اہلِ مکہ نے سنا تو مکہ والوں کے دل ایمان کی طرف مائل ہو گئے حتی کہ مکہ والوں میں سے اکثر نے فتحِ مکہ سے پہلے اسلام کی طرف رجوع کر لیا اور صلحِ حدیبیہ اور فتحِ مکہ کے درمیانی عرصہ میں مسلمان ہو گئے۔ جیسے خالد بن ولید اور عمرو بن عاص وغیرہ۔ پھر جس دن مکہ فتح ہوا تو وہ سارے مسلمان ہو گئے۔ قریش کے علاوہ عرب لوگ جو دیہاتوں میں رہتے تھے وہ اسلام کیلئے قریش کے اسلام کے منتظر تھے چنانچہ جب قریش مسلمان ہوئے تو دیگر عرب والے بھی مسلمان ہو گئے اس طرح یہ صلح عظیم فتح کا باعث بنی۔'' (۱)

میجر امیر افضل خان لکھتے ہیں:

''اِس معاہدے کا سب سے بڑا فائدہ یہ تھا کہ اِس معاہدے نے حضور ﷺ کو قریش کے گردونواح کے معاملات میں بالکل غیر جانبدار بنا دیا۔ حدیبیہ سے واپسی پر کچھ ہی عرصہ بعد حضور ﷺ قریش پر حملہ آور ہوئے تو اہلِ قریش دُور رہ کر صرف تماشائی تھے۔ یہ ہمارے آقا ﷺ کی حکمتِ عملی تھی کہ آپ ﷺ کی حکمتِ عملی کے سامنے باطل کی متحدہ کمان والے الگ الگ بے بسی کی حالت میں سرنگوں ہو رہے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک میں اس صلح کو فتحِ مبین کے نام سے بیان کیا ہے۔

چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ اِنَّا فَتَحۡنَا لَکَ فَتۡحًا مُّبِیۡنًا ﴾ (۲)

(۱)۔ سیرت محمدیہ مترجم عبدالستار: ۲/۳۵۶۔

(۲)۔ الفتح: ۱۔

ترجمہ: ''بے شک ہم نے تمہارے لیے روشن فتح فرمادی۔'' (۳)

ڈاکٹر **شمس الحق** فرماتے ہیں:

''صلح حدیبیہ کی شرائط ایسی ہیں جس پر مسلمانوں کے بڑے بڑے کمانڈر عش عش کر اٹھتے ہیں۔ اگر چہ ظاہری الفاظ اور شرائط اپنے منہ شکست کا مظاہرہ کرتے ہوئے معلوم ہوتے ہیں اور پھر ایسی شرائط قبول کرنا جو مسلمانوں نے اپنی کسمپرسی کی زندگی میں بھی قبول نہیں کیں تھیں۔اب باوجود اس کے کہ اتنی بھاری فوج اور مسلح طاقت رکھتے ہوئے شکست خوردگی کا مظاہرہ کرنا واقعی تعجب کا باعث معلوم ہوتا ہے۔مگر اصل حقیقت اور اُس کے اثرات کا علم تو فوج کے کمانڈر اور انقلاب کی عظیم شخصیت کے ذہن میں محفوظ تھا جو ظاہر بین لوگوں کی نظر سے مخفی تھا۔

اس معاہدے کی بنیادی روح تو یہ تھی کہ قوم کو خونریزی سے محفوظ رکھا جائے اور دشمن کی جانوں کی حفاظت کی جائے کیونکہ کل کو انہیں لوگوں نے اسلام قبول کر کے انقلابی تحریک کے دست و بازو بننا تھا۔ اگر یہ لوگ ہی نہ رہے تو اسلامی شریعت کا نفاذ کن لوگوں پر کیا جائے گا۔لہٰذا ان کے خون کی حفاظت بھی اتنی ضروری تھی جتنی کسی کاشتکار کو اپنی کھیتی کی ضرورت ہوسکتی ہے۔دوسرا فائدہ اس معاہدہ سے جو حاصل ہوا، وہ یہ اُصول اور قاعدہ ہے کہ دو مصیبتوں میں کم از کم مصیبت کو قبول کرنا چاہیے۔اِس موقع پر ایک مشکل اور آنے والی تباہی جو جنگ ہونے کی صورت میں پیش آسکتی تھی وہ تھی خونریزی۔دوسری مشکل عمرہ چھوڑ دینے کا قلق اور صدمہ تھا جس کا باوجود طاقت رکھنے کے چھوڑ دینا مزید صدمہ اور ذہنی کوفت کا باعث بنتا ہے۔مگر یہ حق صرف کمانڈر انچیف کا ہوتا ہے کہ وہ کونسی صورت اختیار کرے۔

اسی طرح معاہدہ میں بعض شرائط ایسی تھیں جن کو اکثر صحابۂ کرام (رضوان اللہ عنہ) پسند نہیں کرتے تھے کیونکہ اُن سے بظاہر شکستگی کی بو آرہی تھی مثلاً یہی بات کہ اگر مشرکینِ مکہ کا کوئی فرد بغیر اجازت اپنے سرپرست یا مالک کے مسلمان ہو کر مسلمانوں کے ساتھ مل جانے کیلئے آجائے تو اس شرط کے مطابق اُس کو واپس جانا ہوگا اور اگر کوئی مسلمان کسی وجہ سے مشرکین مکہ کے پاس چلا جائے تو اُس کو واپسی پر مجبور نہیں کیا جائے گا یعنی یہ یک طرفہ بالادستی قبول کرنے کے مترادف شرط تھی۔

(۳)۔شاہکار کتب جہاد، رسول اللہ کی جنگی حکمت عملی اور تدبیرات کا عسکری تجزیہ: ۱۷۶۔

مگر فوج کے سپہ سالار کا حکم ہے کہ اس شرط کو بھی قبول کیا جائے۔ اس شرط کے ضمن میں جو فلسفہ محسوس کیا جا سکتا ہے، وہ یہ ہو سکتا ہے کہ جو مسلمان بھاگ کر اپنے کمزور عقیدے کی وجہ سے اور مسلمانوں سے بدظن ہو کر جاتا ہے تو اُس کا چلا جانا ہی بہتر ہے کیونکہ وہ ذہناً صراط مستقیم پر چلنے کیلئے تیار نہ ہو گا اور اس حالت میں یہ مسلمانوں میں رہے گا تو نقصان کا باعث ہو گا۔ اسی طرح جو مشرک اپنے قبیلے یا خاندان سے بھاگ کر مسلمانوں کے پاس آ جاتا ہے تو اس شرط کے مطابق جب اُس کو واپس کیا جائے گا تو اُس کی صرف واپسی ہو گی۔ اگر یہ ذہناً عقیدہ پر مستحکم رہے گا تو مشرکین میں رہ کر بھی مسلمانوں کیلئے معاون کی حیثیت سے کردار ادا کرے گا۔ اس معاہدۂ حدیبیہ کی ایک اور شرط اتنی قیمتی معلوم ہوتی ہے کہ جس کا جواب نہیں اور وہ شرط یہ ہے کہ دس سال تک کوئی فریق جنگ میں حصہ نہیں لے گا۔ اس شرط سے فائدہ یہ ہو گا کہ خون خرابہ ختم ہو جائے گا اور پُر امن طور پر تحریکِ جہاد کیلئے کام جاری رہے گا اور مسلمانوں کو فوجی لحاظ سے اپنے آپ کو مضبوط کرنے کا موقع مل جائے گا اور تحریک بھی دس سال میں اپنے اثرات مدینہ سے باہر لوگوں تک پھیلا دے گی۔ اسلام کا بنیادی ٹارگٹ بھی یہ ہے کہ تمام انسانیت راہِ راست پر آ جائے اور اپنے مشرکانہ عقائد سے تائب ہو کر اسلام کے حلقہ بگوش ہو جائے۔ بلکہ ''**لَا اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ**'' کے فلسفہ کے مطابق زبردستی کسی کو اسلام میں داخل نہیں کیا جا سکتا ۔ (۱)

مجموعی لحاظ سے صلح حدیبیہ کے مندرجہ ذیل اثرات و نتائج سامنے آئے :

﴿۱﴾: صلح مبین

مسلمان جب حدیبیہ سے معاہدہ طے کرنے کے بعد واپس مدینہ منورہ جا رہے تھے تو واپسی پر اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے سورۂ فتح نازل ہوئی جس میں اس صلح کو ''فتح مبین'' کا نام دیا گیا اور مسلمانوں کو خوشخبری دی گئی کہ عنقریب ایک اور لڑائی میں فتح نصیب ہو گی اور بہت زیادہ مالِ غنیمت بھی حاصل ہو گا۔ اس طرح باطل کی قوتیں پاش پاش ہو جائیں گی اور حق کو غلبہ حاصل ہو گا۔

﴿۲﴾: سیاسی غلبہ

(۱)۔ مخزنِ انقلاب: ۲۱۶ تا ۲۲۰۔

اس صلح کے بیشتر قریشِ مکہ مسلمانوں کو کسی طرح خاطر میں نہیں لاتے تھے اور اپنی برتری کے قائل تھے۔ اُن کی ہر ممکن کوشش تھی کہ مسلمانوں کو صفحۂ ہستی سے مٹادیا جائے تاکہ وہ اسلام کا نام نہ لے سکیں لیکن صلحِ حدیبیہ کی وجہ سے مسلمان کفارِ مکہ کے برابر ہو گئے، اس طرح قریشِ مکہ نے مسلمانوں کے اِقتدار کو تسلیم کر لیا۔

﴿۳﴾: عرب قبائل پر اثرات

چونکہ اس معاہدے میں اُمن وصلح کو فوقیت دی گئی اور یہ بات ثابت کی گئی کہ اِسلام اُمن اور صلح کا پیغام دیتا ہے اس لئے ہمسایہ قبائل پر اس کے مثبت اَثرات مرتب ہوئے۔ صلحِ حدیبیہ تک کفار کے حملوں کا ڈر اور خوف رہتا تھا جس کی وجہ سے تبلیغ پر مکمل توجہ نہیں دی جاسکتی تھی۔ اس صلح کے بعد مسلمانوں کو اپنی صلاحیتیں اِسلام کے پیغام پہنچانے پر صرف کرنے کا موقع مل گیا۔ مختلف قبائل نے مسلمانوں کے ساتھ اپنے تعلقات اُستوار کئے۔

﴿٤﴾: دعوت عام کا موقع

صلحِ حدیبیہ کے معاہدے کی بناء پر مسلمانوں نے آئندہ سال عمرہ ادا کیا اور مکہ میں آمد ورفت شروع ہوئی۔ لوگوں کے میل جول سے لوگوں میں اِسلام کی مقبولیت میں اِضافہ ہوا۔ دیگر قبائل نے اِسلام کے اُصولوں پر غور کرنا شروع کر دیا جس کے نتیجے میں عرب کے مشہور قبائل دائرۂ اِسلام میں داخل ہوئے جس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ صلحِ حدیبیہ کے دوسال بعد مسلمانوں کی تعداد دس ہزار کے لگ بھگ ہوگئی۔

﴿۵﴾: قریشِ مکہ کا اعترافِ شکست

صلحِ حدیبیہ کے بعد قریشِ مکہ کے بظاہر معاشی حالات بہتر ہو گئے مگر جب قبیلۂ بنوحنیفہ کے رئیس ثمامہ بن اثال نے اِسلام قبول کر لیا تو اُس نے مکہ کو غلہ بھیجنے پر پابندی لگا دی۔ اہلِ مکہ پہلے ہی قحط کا شکار تھے، غلہ پر پابندی کے بعد اور زیادہ قحط سالی ہوگئی۔ ابوسُفیان مدینہ منورہ میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ آپ ﷺ کی قوم قحط سالی سے ہلاک ہو رہی ہے، آپ اُن کیلئے دعا فرمائیں

رسولِ پاک ﷺ نے دعا بھی فرمائی اور پانچ سو دینار بھی عطاء فرمائے۔ ابوسفیان کو کھجوروں کا ہدیہ بھی دیا اور ساتھ ہی ثمامہ بن اثال کو ہدایت بھی کی کہ وہ قریش مکہ کا غلہ بند نہ کرے، اس طرح سے قریشِ مکہ کا یہ پہلا اعترافِ شکست تھا۔

﴿۶﴾: سلاطین کو دعوتِ اسلام

صلحِ حدیبیہ کے بعد مسلمانوں کو کفارِ مکہ کی طرف سے بے فکری ہوئی تو پھر رسولِ پاک ﷺ نے مدینہ منورہ میں اسلامی ریاست کی تشکیل شروع کی اور آپ نے ہمسایہ ممالک کے سربراہان کو اسلام کی طرف دعوت نامے ارسال کئے جس کے نتیجے میں کئی سربراہان نے اسلام قبول کر لیا اور تھوڑے ہی عرصے میں اسلام کو ایک بین الاقوامی مذہب کی حیثیت حاصل ہوگئی۔

﴿۷﴾: فتحِ مکہ کا پیش خیمہ

صلحِ حدیبیہ کے بعد مسلمانوں کو کفارِ مکہ کی طرف سے حملوں کا خطرہ ٹل گیا اور مسلمانوں کو ترقی حاصل ہوئی۔ کفارِ مکہ نے خود تنگ آکر معاہدے کو ختم کرنے کا اعلان کر دیا جس کے نتیجے میں مسلمانوں کو مکہ کو فتح کرنے کا موقع نصیب ہوا، اس طرح صلحِ حدیبیہ فتحِ مکہ کا پیش خیمہ ثابت ہوئی۔

☆/☆/☆/☆/☆/☆/☆/☆/☆/☆/☆

☆/☆/☆/☆/☆/☆/☆/☆/☆

☆/☆/☆/☆/☆/☆/☆

☆/☆/☆/☆/☆

☆/☆/☆

☆

فصل سابع

مسئلۂ کشمیر

برصغیر پاک وہند پر انگریز قابض تھے۔ برصغیر کے مسلمانوں نے اسلام کے پرچم تلے جمع ہوکر آزادی کی تحریک چلائی اور بالآخر آزادی اور اسلامی اُصولوں کو عملی جامہ پہنانے کیلئے ایک علیحدہ وطن حاصل کرلیا۔ اُصول اور ضابطے کے مطابق برصغیر کی آزادی کے بعد تقسیم عوام کی مرضی اور مسلم اکثریت کے اعتبار سے ہونی تھی لیکن خطۂ کشمیر کا مہاراجہ ہندو تھا اس لئے اُس کی خواہش تھی کہ کشمیر بھارت کا حصہ بن جائے۔ مہاراجہ نے پاکستان اور بھارت کو جوں کا توں رکھنے کا معاہدہ کیا لیکن درپردہ وہ بھارت سے الحاق کی کوششیں کرنے لگا۔ دوسری طرف کشمیری مسلمان پاکستان سے الحاق کرنے کیلئے بے چین تھے جب اُنہوں نے محسوس کیا کہ مہاراجہ ٹال مٹول سے کام لے رہا ہے تو انھوں نے مہاراجہ کے خلاف بغاوت کردی۔ مہاراجہ نے اپنی گدی بچانے کیلئے بھارت سے الحاق کرکے فوجی امداد طلب کی۔ بھارت نے جو کہ پہلے ہی تیار بیٹھا تھا، اپنی فوجیں کشمیر بھجوادیں اور بھارتی فوجوں کی کشمیری مجاہدین سے جنگ شروع ہوگئی۔ چاہیے تو یہ تھا کہ پاکستان کی فوج باقاعدہ حملہ کرتی، چنانچہ قائداعظم نے انگریز کمانڈر انچیف جنرل گریسی کو حملے کا حکم دیا مگر وہ ماؤنٹ بیٹن سے ملا ہوا تھا، اُس نے حکم ماننے سے انکار کردیا اور کشمیری مسلمان بہت تھوڑا علاقہ جسے آزاد کشمیر کہتے ہیں، آزاد کرانے میں کامیاب ہوئے۔ اور بقیہ علاقہ بھارت کے قبضہ میں چلا گیا۔

بھارت کا الزام اور پاکستان کی تردید

اُدھر بھارت نے یہ الزام لگادیا کہ پاکستان نے کشمیر پر حملہ کیا ہے اور چونکہ بھارت اور کشمیر کے الحاق کی وجہ سے کشمیر بھارت کا حصہ ہے لہٰذا کشمیر پر حملہ درحقیقت بھارت پر حملہ تھا۔ پاکستان نے ان الزامات کی پُرزور تردید کی اور وفاق کی قانونی حیثیت کو چیلنج کیا اور بتایا کہ درحقیقت کشمیری عوام نے راجہ کے ظلم وستم کے خلاف بغاوت کردی تھی اور یہ بتایا کہ کشمیر کے مسلمانوں کے مُستقبل کا فیصلہ ہندو راجہ

نہیں کر سکتا بلکہ وہاں کے عوام کو اپنے مستقبل کا فیصلہ کرنے کا حق ہونا چاہیئے لہذا پاکستان نے یہ موقف اِختیار کیا کہ کشمیر کا فیصلہ اِستصواب یعنی رائے شماری کے ذریعے کیا جائے۔

مسئلۂ کشمیر اقوامِ متحدہ میں

جب بھارتی فوج کشمیری مجاہدین کو پسپا کرنے میں کامیاب نہ ہوئی تو بھارت نے کشمیر کا مسئلہ سلامتی کونسل کے سامنے پیش کیا۔ بھارت نے یہ موقف اختیار کیا کہ کشمیر بھارت سے الحاق کر چکا ہے اور پاکستان نے کشمیر پر حملہ کر کے درحقیقت بھارت کی سرزمین پر حملہ کیا ہے۔

قراردادِ جنگ بندی

کافی بحث مباحثے کے بعد سلامتی کونسل نے اپنی قرارداد کے ذریعے کشمیر میں جنگ بندی کی اپیل کی اور اِس بات کو تسلیم کیا کہ کشمیر کے مستقبل کا فیصلہ کشمیری عوام کے اِستصوابِ رائے کے ذریعے کریں گے جو اُقوامِ مُتحدہ کی زیرِ نگرانی منعقد ہوگا، بھارت اور پاکستان نے قرارداد کو منظور کر لیا۔ یکم جنوری ۱۹۴۹ء سے کشمیر میں جنگ بندی کا عمل شروع ہو گیا اور جس مقام پر فریقین کی فوجیں تھیں اُسے جنگ بندی کی لائن قرار دے دیا گیا۔ جو علاقہ کشمیری مجاہدین کے قبضے میں آ گیا اُس پر آزاد کشمیر کی حکومت قائم کر دی گئی۔ اُقوامِ مُتحدہ کے نمائندوں نے کشمیر میں پہنچ کر اپنی ذمہ داریاں سنبھال لیں تاکہ فریقین جنگ بندی کی خلاف ورزی نہ کریں۔

بھارت کا انکار

جنگ بندی کے بعد جب رائے شماری کرانے کیلئے کوششوں کا آغاز ہوا تو بھارت نے ٹال مٹول سے کام لینا شروع کر دیا اور روڑے اٹکانے شروع کر دیئے کیونکہ ہر شخص یہ جانتا تھا کہ اگر کشمیر میں آزادانہ رائے شماری ہوئی تو کشمیری مسلمان پاکستان کے حق میں رائے دیں گے۔ اس کے ساتھ ساتھ بھارت نے کشمیر میں اپنے قدم مضبوط کرنے شروع کر دیئے اور بڑی تعداد میں فوجیں بھیج دیں اور تمام اہم عہدوں پر ہندوؤں کو مقرر کر دیا۔ اِس طرح جب کشمیر پر بھارت نے اپنا قبضہ جما لیا تو اُس نے رائے شماری کرانے سے انکار کر دیا۔ اُس نے یہ بہانہ لگایا کہ کشمیر میں رائے شماری ممکن نہیں۔

بے اثر قراردادیں

پاکستان نے دوبارہ اقوامِ متحدہ کی سلامتی کونسل میں مسئلۂ کشمیر اٹھایا۔ سلامتی کونسل نے اپنے کئی نمائندے برصغیر بھیجے تاکہ بھارت اور پاکستان کی حکومتوں سے بات چیت کے بعد رائے شماری کا بندوبست کریں۔ یہ تمام کوششیں اور اقوامِ متحدہ کی قراردادیں بے کار ثابت ہوئیں۔ کیونکہ بھارت نے اپنا وعدہ پورا کرنے سے صاف انکار کر دیا جو اُس نے سلامتی کونسل میں ۱۹۴۸ء میں کیا تھا۔ اس طرح بھارت کی مسلسل ہٹ دھرمی کی وجہ سے یہ مسئلہ ابھی تک کھٹائی میں پڑا ہوا ہے۔

موجودہ صورت حال

اب بھی کشمیر کے عوام کا حسین خواب ہندوؤں سے آزادی ہے وہ پاکستان کے ساتھ الحاق کے خواہشمند ہیں لیکن بھارت کی حکومت نے انہیں زبردستی غلام بنا رکھا ہے اور ادھر حکومت پاکستان کی حالت یہ ہے کہ یہ مسئلۂ کشمیر کو پسِ پشت ڈال کر بھارت سے دوستیوں کے معاہدے کر رہا ہے۔ اگر یہی صورت حال رہی تو بھارت اپنی چالاکی دکھاتے ہوئے کبھی بھی مسئلۂ کشمیر حل نہیں ہونے دے گا۔ (۱)

☆/☆/☆/☆/☆/☆/☆/☆/☆/☆/☆

☆/☆/☆/☆/☆/☆/☆/☆/☆

☆/☆/☆/☆/☆/☆/☆

☆/☆/☆/☆/☆

☆/☆/☆

☆

---

(۱): ملخص از اردو دائرہ معارف اسلامیہ: ۷/۱ ۲۹۷۔

فصل ثامن

مسئلہ فلسطین

فلسطین کا تاریخی پسِ منظر

جیسا کہ آئندہ صفحات میں بیان ہوگا کہ اس وقت دنیا کی معیشت پر بڑی بڑی یہودی کمپنیوں کی اجارہ داری ہے اور یہ کمپنیاں اتنی بڑی ہیں کہ کئی چھوٹے ملک خرید سکتی ہیں۔ایک سروے کے مطابق جس طرح پوری دنیا کی معیشت پر ان کمپنیوں کا اثر ورسوخ بڑھا ہے اور مزید بڑھ رہا ہے، اس سے تو یوں لگتا ہے کہ آئندہ چند سالوں میں پوری دنیا پر انہی کمپنیوں کا راج ہوگا۔ یہ جیسا چاہیں گی ویسا ہی ہوگا۔ اِن تمام بڑی کمپنیوں کے مالک یہودی ہیں اور یہودیوں کا اس وقت دنیا کی معیشت اور میڈیا پر قبضہ ہے۔ یہ اپنے پیسے کے زور پر جس سے جو چاہیں منوا لیتے ہیں۔

امریکہ جیسے عیسائی ملک کہ جس میں یہودیوں کو انتہائی ناپسند سمجھا جاتا ہے، کچھ بھی یہودی لابی کی مرضی کے بغیر نہیں ہوتا۔صدر تک اِن کی مرضی کا ہوتا ہے جو انہی کے اشاروں پر ناچتا ہے۔ دوسری جنگِ عظیم کے بعد یہودیوں نے جو کہ پوری دنیا میں اقلیت ہیں، یہ فیصلہ کیا کہ اِن کی الگ ریاست ہونی چاہیے جس میں مکمل یہودی سامراج ہو۔ چنانچہ بیسویں صدی میں یہودی تنظیموں نے اس منصوبے کے تحت یہودیوں کو فلسطین منتقل کرنا شروع کر دیا اور فلسطین میں پہلے سے آباد لاکھوں عربوں کو ان کے آبائی وطن سے بے دخل کرنا شروع کر دیا۔

اسرائیل کے قیام کا منصوبہ

آج سے نصف صدی قبل اسرائیل کے نام پر مقبوضہ فلسطین کی سرزمین پر بڑی مغربی طاقتوں کی سرپرستی میں جو گھناؤنا ترین ڈرامہ رچایا گیا اُس کی مثال تاریخِ عالم میں نہیں ملتی۔ مغرب آج بھی یہ دعویٰ کرتا ہے کہ صیہونیت کا منصوبہ اِس کے ہاں تشکیل پایا جو یہودیوں سے محبت کی ایک بڑی نشانی ہے۔ اسرائیلی ریاست کا قیام اِسی محبت کی شکل میں ایک انعام ہے۔ لیکن یہ کیسے ممکن ہوا؟ اس کے پسِ پردہ

کیا مقاصد تھے؟ تو اس کی تفصیل یہ ہے کہ مغرب نے جب یہودیوں کو مقبوضہ فلسطین انعام کے طور پر سپرد کرنے کا منصوبہ تشکیل دیا تو اُس وقت یورپ میں جرمنی ایسا مقام تھا جہاں یہودی سب سے زیادہ آباد تھے، اِس کے بعد امریکی سرزمین اُن کی اکثریت کی آماجگاہ تھی، پھر یہ انعامات وہاں کیوں نہیں عطاء کیے گئے؟ تاکہ وہ وہاں اپنا مضبوط وطن تشکیل دے سکتے۔ اِس کیلئے فلسطین کی سرزمین کا کیوں انتخاب کیا گیا ہے؟

آیئے ان تمام سوالوں کے جوابات حاصل کریں۔ اِس سے پہلے ایک بات یہ بھی قابل غور ہے کہ مغرب کا صیہونیت کا دعویٰ، یہ صرف پروپیگنڈے کی حد تک ہے کیونکہ اُنہوں نے صیہونی منصوبے کی تائید حبِ یہود میں نہیں کی تھی بلکہ اِس کے پسِ پردہ حبِ استعمار اور اِسلام دشمنی کا جذبہ کارفرما تھا بلکہ اگر مسئلہ فلسطین کے حوالے سے بغور تحقیق کی جائے تو یہ حیرت انگیز انکشاف ہوگا کہ **اِعلانِ بالفور** کرانے والے تقریباً تمام عناصر یہود مخالف عناصر کہلاتے تھے۔

نسل پرستی اور اِستعماریت کی جانب میلان ایسی دو شخصیتوں سے بھی ظاہر ہوتا تھا جنہوں نے **اِعلانِ بالفور** میں اَساسی کردار ادا کیا تھا۔ یہ دو شخصیات ''**جیمس بالفور**'' (۱۹۳۰ـ۱۸۷۹ء) اور'' **مارک سائیکس**'' (۱۹۱۹ـ۱۸۷۹ء) ہیں۔ مقبوضہ فلسطین کے حوالے سے بدنامِ زمانہ **اِعلانِ بالفور** جو مغرب کی جانب سے مظلوم فلسطینی عوام پر ٹھونسا گیا تھا وہ برطانوی وزیر جیمس بالفور کے نام سے منسوب ہے جیمس بالفور نے بچپن میں ابتدائی مذہبی تعلیم اپنی والدہ سے حاصل کی تھی جن کے بارے خیال ہے کہ اُسے ''عہد نامۂ قدیم'' خاص طور پر پروٹسٹنٹ علماء کی تحت اللفظ تفسیر کی تعلیم دی گئی تھی۔ اس تعلیم نے بالفور کی فکری ساخت میں اہم کردار ادا کیا۔

بالفور نے فلسطین کے مستقبل کے بارے میں ایک مرتبہ اپنی یادداشتوں میں ذکر کیا تھا کہ ''صیہونیت ایک چیز ضرور ہے یا تو یہ باطل ہے یا حق۔ مگر اس کی جڑیں قدیم تعلیمات میں ہیں جبکہ ضروریات اور میلان مغرب میں۔'' اِسی لئے اس کی اہمیت یہ ہے کہ ''سات لاکھ عربوں کا حق مار کر انہیں فوقیت دی گئی

ایک جگہ **بالفور** رقم طراز ہے کہ ''اتحادی ممالک بڑی حد تک اس بات سے بے خبر تھے کہ صیہونیت کا یہ منصوبہ ارضِ فلسطین پر وقوع پذیر ہوگا! اگر فلسطین کی سیاسی، جغرافیائی اور عسکری اہمیت کے پیشِ نظر اس خطے کو یہودیوں کیلئے نئے وطن کے طور پر منتخب کیا گیا۔''

مغربی استعماریت اور یہود دشمنی میں **مارک سائیکس** کا شمار **جیمس بالفور** کے بعد ہوتا ہے۔ مارک نے یہاں تک لکھا ہے کہ **سائیکس** برطانوی سفارتکار کی حیثیت سے دنیا بھر میں حالتِ سفر میں رہا کرتا تھا۔ اُس کی سوانح حیات لکھنے والوں نے کہا ہے کہ فلسطین کے معاملے میں **سائیکس** برطانوی سیاست اور حکمت عملی میں ایک طاقتور عنصر کے طور پر کام کرتا رہا جس کی بنیاد پر سب سے پہلے اعلان بالفور اور پھر فلسطین پر برطانوی تسلط عمل میں آیا۔

مارک سائیکس اپنے منصب کے مطابق لندن میں ہونے والے مباحثات میں برطانیہ کی نمائندگی کرتا رہا۔ ۱۹۱۶ء میں یہ مباحثات **سائیکس**، **پیکو** کے نام سے شہرۂ آفاق معاہدے کی شکل میں مکمل ہوئے جس میں فرانس اور برطانیہ کے درمیان مقبوضہ علاقے تقسیم کئے گئے تھے اور فلسطین کے علاقے کو ایک بین الاقوامی ادارے کے تحت رکھنے کا منصوبہ بنایا گیا تھا اِس معاہدے کی بنیاد پر برطانیہ کا صیہونی منصوبہ استوار کیا گیا تھا۔

اب اِس منصوبے کی تکمیل کیلئے صیہونیت کی تحریک پہلے جرمنی میں شروع کی گئی مگر یہ کامیاب نہ ہوئی، پھر اِس کے بعد یہ صیہونیت کی تحریک برطانیہ میں شروع کی گئی جو کامیاب ہوگئی۔ اِس سلسلے میں سب سے پہلے **اِعلان بالفور** کی اِصطلاح اِستعمال کی گئی۔ اسی کی بنیاد پر جدید دور میں مغرب نے عالَمِ اِسلام پر جارحیت کی ابتداء کی اور اِس کے بعد یہودیوں کو فلسطین میں اپنا الگ وطن تشکیل دینے کی اجازت دی گئی۔ جس وقت ۱۹۱۷ء میں **اِعلان بالفور** جاری کیا گیا اُس وقت مقبوضہ فلسطین میں یہودیوں کی مجموعی آبادی پانچ فیصد سے زیادہ نہیں تھی۔ **اِعلان بالفور** ایک خط کی شکل میں تھا جو ۲ نومبر

۱۹۱۷ء کو لارڈ ایڈمنڈ روتھ شیلڈ جو اُس وقت عالمی صیہونیت کی تحریک کا ایک رہنما تھا کو ارسال کیا گیا جس کا متن یہ تھا:

''لارڈ ایڈمنڈ روتھ شیلڈ عزت مآب شاہِ برطانیہ کی نیابت کرتے ہوئے مجھے آپ تک یہ پہنچانے میں انتہائی مسرت ہو رہی ہے کہ مندرجہ ذیل تحریک شہنشاہِ معظم اور اُن کی وزارتی کابینہ کی جانب سے مکمل اتفاق کے بعد احاطۂ تحریر میں لائی گئی ہے جو صیہونی یہودیوں کی محبت کی ایک واضح علامت ہے کہ عزت مآب شاہِ برطانیہ فلسطین میں یہودیوں کے قومی وطن کے قیام کی ضرورت کو قبولیت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ اس ہدف کو حاصل کرنے کیلئے ہر ممکن کوشش بروئے کار لائی جائے گی مگر اس کے ساتھ ساتھ فلسطین میں آباد غیر یہودی افراد کے حقوق بھی محفوظ کیے جائیں گے اُسی طرح جس طرح کہ دنیا کے مختلف ممالک میں پھیلے ہوئے یہودیوں کے حقوق ہیں۔ آپ سے درخواست ہے کہ اس اعلامیہ کا ابلاغ صیہونیت سے متعلق تمام اتحادی جماعتوں تک کر دیا جائے۔''

اب یہ صیہونیت کی تحریک جو جرمنی میں ناکام ہوگئی تھی، برطانیہ میں بہت کامیاب ہوگئی۔ اس کی سب سے بڑی وجہ برطانیہ کے اِستعماری مفادات تھے۔ اب جس وقت **اِعلان بالفور** برطانیہ میں کامیاب ہوگیا تو اُنہوں نے برلن کی صیہونی تنظیم سے تعلقات منقطع کر لیے۔ برطانیہ میں یہ تحریک کامیاب ہونے کی ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ برطانیہ نے سلطنت عثمانیہ کے حصے بخرے کر دیئے تھے اور مشرقی عالمِ عرب پر اس کا قبضہ مستحکم ہو چکا تھا اور برطانیہ اسرائیل کی شکل میں یورپ کو یہودیوں سے چھٹکارا دلانے والا تھا۔ ایک دھتکاری اور بکھری ہوئی قوم کو بسانے کیلئے صدیوں سے آباد فلسطینیوں کو بکھیرنے کا منصوبہ ترتیب پا چکا تھا جس نے آگے چل کر انسانیت کا سر شرم سے جھکا دیا۔

اسرائیل کا قیام اور یہودی تخریب کاریاں

مقبوضہ بیت المقدس کے ایک حصے پر قبضے کیلئے ۱۹۴۸ء میں ہی کوششیں شروع کر دی گئی تھیں۔ اس کے بعد سے ناجائز صیہونی ریاست نے اس مُقدّس اِسلامی شہر کا ہر وہ نشان مٹانے کی کوشش شروع کر دی جس سے اِس شہر کا اِسلامی تشخص ختم کیا جا سکے۔ ۱۹۶۷ء کی عرب اسرائیل جنگ کے دوران

اسرائیل نے اس کے باقی ماندہ مشرقی حصے پر بھی قبضہ جمالیا، اُس وقت سے لیکر آج تک اس مقدّس اسلامی شہر کے اسلامی اَوقاف کو تباہ کرنے کی مہم جاری ہے۔ یہودی تخریب کاری کے ہاتھ اب مسجد اَقصیٰ کی جانب بھی دراز ہونا شروع ہو گئے ہیں۔ اس سلسلے میں ہیکل سلیمانی کی بنیادوں کی تلاش کے نام پر مسجد اقصیٰ کے نیچے سرنگیں کھودنے کا سلسلہ ایک عرصہ سے جاری ہے۔

اِس کے ساتھ ساتھ مقبوضہ بیتُ المقدس میں رہنے والے عرب مسلمانوں کی زندگیوں کو اس قدر مشکل بنانے کی کوششیں کی جارہی ہیں کہ وہ یہاں سے نکل کر مقبوضہ فلسطین کے دوسرے علاقوں کی جانب نقل مکانی پر مجبور ہو جائیں۔ مسلمانوں سے زبردستی اُن کی جائیدادیں خرید کر انہیں منہدم کیا جارہا ہے۔ اور اُن کی جگہ یہودی بستیاں آباد کی جارہی ہیں۔ اس وقت تک تقریباً ۲۵ یہودی بستیاں آباد کی جاچکی ہیں جن میں تقریباً ایک لاکھ ساٹھ ہزار یہودی آباد ہیں۔

مقبوضہ بیت المقدس کی نہ صرف جغرافیائی ہیئت تبدیل کی جارہی ہے بلکہ اس کا اسلامی تاریخ سے نام ختم کرنے کیلئے منظم کوششیں کی جارہی ہیں۔ فلسطینیوں کی تنظیم **''المجلس الوطنی الفلسطینی''** کی جانب سے شائع ہونے والے عربی جریدے **''المجلس''** میں ڈاکٹر **عزالدین العراقی** کا ایک مقالہ شائع ہوا ہے جس میں یہ انکشاف کیا گیا ہے کہ مقبوضہ بیت المقدس کے قدیم محلوں کے عربی نام تبدیل کر کے عبرانی نام رکھ دیئے گئے ہیں۔

ڈاکٹر **عزالدین** کے مطابق ۱۹۶۸ء میں ہی مقبوضہ بیت المقدس کو صیہونی نرغے میں لینے کیلئے سازشوں کا آغاز کر دیا گیا تھا۔ اس سلسلے میں شہر کی شمالی اور جنوبی جانب سے یہودی آبادکاروں کی بستیوں کی ایک زنجیر بنائی گئی ہے تاکہ یہ مقدس شہر آہستہ آہستہ یہودی آبادی کے نرغے میں آتا چلا جائے اس وقت صورتحال یہ ہے کہ یہودیوں کی بستیوں کے تین سلسلے شہر کی پرانی دیوار سے متصل ہو چکے ہیں۔

پھر قیامِ اسرائیل کی سازش مکمل ہونے کے بعد فلسطینی مسلمانوں کی جدوجہد کا طویل سلسلہ شروع ہوتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ عرب اسرائیل خفیہ مذاکرات کی طرح ڈالی جاتی ہے۔ ۱۹۷۷ء میں جب **''انور سادات''** نے یروشلم (مقبوضہ بیت المقدس) کی جانب پرواز کی تو امریکی صدر جمی کارٹر نے

اسے نیل آرام سٹرانگ کے اس چھوٹے سے پہلے انسانی قدم سے تشبیہ دی تھی جو سب سے پہلے چاند پر رکھا گیا تھا۔

سولہ برس بعد ستمبر ۱۹۹۳ء میں **یاسر عرفات** وائٹ ہاؤس کے لان میں اسرائیلی وزیر اعظم اسحاق رابن کے ساتھ دوستی کا ہاتھ ملا رہے تھے تو اُس وقت امریکی صدر بل کلنٹن نے اُسے دیوار برلن کے انہدام کے مساوی اہم واقعے سے موسوم کیا تھا۔ یہ تقابل زیادہ صحیح نہیں تھا کیونکہ امریکی انتظامیہ اور یہودی **یاسر عرفات** کو تھکا کر جس مقام پر لانا چاہتے تھے وہ وہاں تک لے آئے تھے۔ اب ایک ایسے سفر کا آغاز ہو چکا تھا جس کی منزل ابھی تک دنیا کے سامنے واضح نہیں تھی۔

یاسر عرفات کی طرف سے رابن کی طرف بڑھایا جانے والا دوستی کا ہاتھ فلسطینی اتھارٹی کے قیام کی بنیاد تو ہو سکتا ہے مگر اس عمل سے عرب اسرائیل دشمنی کی دیوار نہیں گری تھی۔

عرب لیڈروں کے نزدیک یہ ایک حکمت عملی تھی جسے عرب عوام کی بھرپور حمایت حاصل تھی جبکہ حالات عرب لیڈروں کو اُن کے اسرائیلی ہم منصبوں کی جانب دھکیل رہے تھے۔ عرب عوام اپنے لیڈروں کی نسبت تنازعہ فلسطین پر زیادہ جذباتی اور مخلص تھے۔ انہی طاقتور جذبات نے اسرائیل کے ساتھ کسی بھی رابطے کو دشوار اور خفیہ بنا دیا تھا۔ جب بھی کبھی رابطے کی کوئی سبیل ہوتی تو یہ سوال اٹھتا کہ "اگر بات کھل گئی تو کیا ہوگا؟ میں سیاسی طور پر اپنے آپ کو کیسے محفوظ رکھ سکوں گا؟ انہی تفکرات کی بناء پر عرب لیڈر اسرائیل کی جانب پیش قدمی سے پہلے ہزار بار سوچتے تھے تا کہ عرب عوام میں سرخرو ہوا جا سکے۔ مذاکرات میں دشواری کے اسباب کو ۱۹۷۷ء میں پہلی مرتبہ واضح کیا گیا تھا۔

یہ صدر "**سادات**" کے امن کی تلاش میں یروشلم جانے سے پہلے کا دور ہے۔ "**سادات**" اس یقین کے ساتھ اسرائیل جا رہے تھے کہ جواب میں اسرائیل اُن کی جھولی میں کچھ نہ کچھ ڈالے گا مگر "**سادات**" اسرائیل کے بارے غلط اندازہ لگا بیٹھے تھے کہ امن کے بدلے اسرائیل انہیں مقبوضہ علاقے واپس کر دے گا۔ "**سادات**" اپنے آپ کو "امن کا شہزادہ" تسلیم کروانے میں کامیاب تھے مگر

یہ تاثر عرب دنیا سے نہیں بلکہ باہر کی دنیا سے آیا تھا جبکہ عرب دنیا سے غداری کے الزامات ''**سادات**'' کا انتظار کر رہے تھے۔ مصری لیڈر عرب دنیا کے بہت کم اذہان کو اس جانب مائل کر سکتے تھے کہ مسئلہ فلسطین مذہب سے الگ ہے۔

مگر یہ کیسے ممکن تھا جبکہ بیت المقدس اس مسئلے کا مرکزی نکتہ تھا، اس پیش قدمی کا نتیجہ تین سال بعد ظاہر ہوا جب راسخ العقیدہ مسلمانوں کی بندوقوں سے نکلنے والی ۳۶ گولیاں ''**سادات**'' کے سینے سے پار تھیں، مغربی دنیا کے نزدیک ''**سادات**'' امن کا پرچار کر رہا تھا مگر اُسکے اپنے لوگوں کے نزدیک وہ غدار تھا، ''**سادات**'' کے قتل کے ایک سال بعد ۱۹۸۲ء میں لبنان کے نومنتخب صدر بشیر **جمائیل** کو اسرائیل سے قریبی روابط کے بناء پر قتل کر دیا گیا۔

۱۹۴۸ء سے لے کر ۱۹۷۱ء تک اسرائیل سے تعلق رکھنے کے جرم میں خود عربوں نے تین عرب لیڈروں کو قتل کر دیا تھا۔ یہی وہ راستہ تھا جس پر ''**یاسر عرفات**'' نے احتیاط کے ساتھ قدم رکھا تھا۔ وہ بڑی حد تک اپنے مقاصد میں کامیاب بھی رہے۔ اُن کا ایک جانب اگر امریکہ اور اسرائیل کے ساتھ رابطہ تھا تو دوسری جانب انہیں مقبوضہ فلسطین کی اسلامی جہادی تحریکوں خصوصاً ''**حماس**'' کا بھی قرب حاصل تھا۔ حماس اس دُہرے راستے کو تو برداشت کئے ہوئے تھی، مگر اسرائیل اور امریکہ کو یہ راستہ پسند نہ تھا۔ اسی لئے اُنہیں شروع سے ہی راستے سے ہٹانے کی تیاریاں شروع ہو چکی تھی۔ ان معاملات کے ساتھ ساتھ **یاسر عرفات** اسرائیل کے ساتھ ہر طرح کے معاملات کیلئے تیار تھے۔ مگر اُن کی زندگی میں مقبوضہ بیت المقدس کو مکمل صیہونی دارالحکومت بنانا ممکن نہ تھا۔ یہی ایک نکتہ ہے جو ان کی اچانک موت کا سبب بنا۔

موجودہ صورتِ حال

اب بیت المقدس کو صیہونی دارالحکومت بنانے کی اسرائیلی پیش قدمی آخری مراحل میں ہے۔ محمود

عباسی کی شکل میں اتھارٹی کا نیا صدر اس سلسلے میں قیام امن کے نام پر اسلامی تحریکوں کا راستہ روکے گا جبکہ عراق پر امریکی قبضے کی شکل میں امریکہ دیگر عرب ممالک کو مسلسل دھمکا رہا ہے۔ اس وجہ سے اسرائیلیوں کو پوری امید ہے کہ عالمِ عرب کی جانب سے اِن اسرائیلی اُقدام کے خلاف مزاحمت نہ ہونے کے برابر ہوگی۔ یوں گیارہ ستمبر کو امریکہ میں رچایا جانے والا ڈرامہ اپنے منطقی انجام تک پہنچ چکا ہے۔

امریکی سرپرستی

دراصل امریکہ جیسی بڑی طاقت اسرائیل کی مسلسل سرپرستی کر رہی ہے۔ امریکہ کی اس غلط سرپرستی کی وجہ سے اسرائیل کو شہ ملی ہوئی ہے۔ سیاسی اور فوجی ماہرین کی رائے ہے کہ اگر امریکہ اسرائیل کی سرپرستی چھوڑ دے تو اسرائیل بلاشبہ ایک ریت کی دیوار ہے کیونکہ ۱۹۴۸ء سے لے کر اب تک امریکی سامراج نے یہاں اربوں ڈالر سامراج کے اَوزار اِستعمال کرنے کیلئے صرف کیے ہیں۔ ہر سال اقتصادی امداد کے طور پر اسرائیل کو تقریباً ۱۰۰۰ ڈالر فی کس ملتا ہے۔ اِسی طرح امریکہ اسرائیل کو ۱۰۰۰ ڈالر فی سپاہی امداد دیتا ہے۔ ۱۹۶۷ء سے اب تک امریکہ اسرائیل کو اس مَد میں ۱۱۷ ارب ڈالر کی اِمداد دے چکا ہے۔ (۱)

☆/☆/☆/☆/☆/☆/☆/☆/☆/☆/☆

☆/☆/☆/☆/☆/☆/☆/☆/☆

☆/☆/☆/☆/☆/☆/☆

☆/☆/☆/☆/☆

☆/☆/☆

(۱)۔ ملخص از اردو دائرہ معارف اسلامیہ: ۷/۲۶۸ء۔ ہفت روزہ ندائے ملت: شمارہ: ۱۰تا۱۶ مارچ (۲۰۰۵)۔

حصہ دوم: تحقیقی مباحث

فصل اوّل

اجارہ دار کمپنیوں کا خواب

کسی بھی مسئلے کی نوعیت، وجوہات اور حل تک پہنچنے کیلئے اُس کے تاریخی پسِ منظر کو سمجھنا بہت ضروری ہے لیکن بدقسمتی سے علوم کا تاریخی مطالعہ کرنے کی روایت ہمارے ملک میں نہیں پائی جاتی اور علوم کے تاریخی پسِ منظر کو عموماً نظرانداز کر دیا جاتا ہے۔ علوم کے مطالعے میں ایک اور نمایاں روش سائنس اور سائنسی علوم کو غیر جانبدار سمجھنا ہے۔ اس نظریے کے تحت اکثر لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ علم غیر جانبدار ہے اور علم کسی گروہ یا فرد کی خدمت نہیں کرتا بلکہ ساری انسانیت یا ملک وقوم کی خدمت کرتا ہے حالانکہ یہ لوگ اس بات کو نظرانداز کر دیتے ہیں کہ کسی بھی معاشرے میں جہاں ایسے گروہ موجود ہوں جن کے مفادات متضاد ہوں وہاں سائنس اور علم ہمیشہ طاقتور گروہ کی نمائندگی کرتے ہیں۔ یہ بات تاریخ کے مطالعے سے واضح ہو جاتی ہے مثلاً تیسری اور پانچویں صدی قبل مسیح کے یونانی فلسفے میں ایسے نظریات نہیں ملتے جو غلام طبقے کے مفاد میں سمجھے جاسکتے ہوں۔ سقراط، افلاطون اور ارسطو بھی فلسفیوں نے غلاموں کے بجائے مالکانِ غلام کے نظریات کی نمائندگی کی۔ اسلئے اس لحاظ سے کسی علم کو غیر جانبدار سمجھنا از خود ایک جانبداری عمل کا مظہر ہے اور اِس کا مقصد طاقتور طبقے کے مفاد کو تقویت دینا ہے۔

ہمارے ملک میں موجود ایک اور رجحان مغربی نظریات اور کتابوں کو صحیح، جدید، سائنسی اور غیر جانبدار سمجھنا ہے۔ اس رجحان کے تحت ایسی کتابوں یا ایسے نظریات کو نظرانداز کر دیا جاتا ہے جن کا تعلق دین سے ہوتا ہے۔ خاص طور پر اُن نظریات اور کتابوں کو جانبدار اور قدیم نصاب خیال کیا جاتا ہے جن کا تعلق دینِ اسلام سے ہوتا ہے۔

اس رجحان کے نتیجے میں ہمارے ملک کے طالب علموں اور دانشوروں کو بے حد نقصان پہنچا ہے

کیونکہ وہ صرف یک طرفہ نظریات کو غیر جانبدار سمجھ کر پڑھتے ہیں اور کئی درست اور اہم نظریات سے محروم رہ جاتے ہیں۔ یعنی لوگ صرف مغربی علوم کا ہی مطالعہ کرتے ہیں جبکہ دین کی طرف رجوع کر کے صحیح اور غلط میں تمیز کرنے کی کوشش نہیں کرتے۔

بیسویں صدی کے شروع میں یورپی اور امریکی سرمایہ داری نظام ترقی کرتے کرتے انتہائی عروج پر پہنچ چکا تھا اور سرمایہ دار کی ہیئت میں ایک بنیادی تبدیلی آچکی تھی۔ یعنی سرمایہ داری نظام اپنی انتہائی شکل (سامراجیت۔Imperialism) میں تبدیل ہو چکا تھا۔ سامراجی سرمایہ داری کی بنیادی خصوصیت اجارہ داری ہے۔ سولہویں صدی سے انیسویں صدی تک سرمایہ دارانہ نظام کی بنیادی خصوصیت یہ تھی کہ مختلف سرمایہ دار طبقات ایک دوسرے کے ساتھ آزادانہ طور پر مقابلہ کرتے تھے اور ایک دوسرے سے اجناس بیچنے اور زیادہ منافع کمانے کی کوشش کرتے تھے۔ اس روش کو یہ طبقات ''آزادی فکر و عمل'' کا نام دیتے تھے۔

بیسویں صدی میں فنی ترقی اتنی بڑھ گئی کہ کئی سرمایہ داروں نے بے بہا سرمایہ اکٹھا کر لیا۔ اِن بڑے سرمایہ داروں نے ایک ایک کر کے اُن چھوٹے سرمایہ داروں کو دیوالیہ کر دیا جو اِن سے مقابلہ کرتے تھے اس طرح اِنفرادی سرمایہ داری کی بجائے بڑی بڑی سرمایہ دار کمپنیاں وجود میں آئیں اور ان کمپنیوں نے خاص اَجناس اور دنیا کی مخصوص منڈیوں پر اپنی اجارہ داری قائم کر لی۔ کئی اجارہ دار سرمایہ دار کمپنیاں اتنی بڑی تھیں کہ وہ کئی چھوٹے ملک خرید سکتی تھیں۔ منڈیوں پر کنٹرول کے بعد اجارہ دار سرمایہ دار نے یہ چیز بھانپ لی کہ سرمائے میں مزید اضافہ انسانی محنت کو اپنے مقاصد کے استعمال میں لا کر ہی کیا جا سکتا ہے۔ اِسلئے اُنہوں نے اپنے مقصد کے حصول کیلئے انسانی ذہن اور کردار کو کنٹرول کرنے کی ضرورت محسوس کی اس ضرورت نے علمِ نفسیات میں کرداریت کے نظریے کو فروغ دیا جس میں انسانی سوچ اور کردار کو کنٹرول کرنے کے اُصول وضع کیے گئے ہوں۔

چونکہ بیسویں صدی کے شروع میں امریکہ دنیا کا سب سے طاقتور سرمایہ دار ملک بن چکا تھا۔ اِسلئے انسانوں پر قابو پانے کے نفسیاتی طریقے بھی سب سے پہلے اِسی ملک میں پیدا ہوئے۔ بیسویں صدی کی دوسری دہائی کے شروع ہی میں کرداریت کا نظریہ مقبول ہو چکا تھا۔

جان براڈس واٹسن امریکہ کا پہلا ماہرِ نفسیات ہے جس نے سب سے پہلے اِس سمت عملی قدم اٹھایا واٹسن کے نزدیک علم نفسیات کے بنیادی مقاصد انسانی کردار کی پیش گوئی کرنا اور انسانی کردار کو کنٹرول کرنے کے طریقے وضع کرنا ہے۔ اُس نے کہا کہ اگر کسی کرداریت پسند نفسیات دان کے پاس کسی شخص کے بارے صحیح معلومات ہوں تو وہ اُس شخص کے عمل کو دیکھ کر یہ بتا سکتا ہے کہ یہ عمل کن حالات یا وجوہات کی وجہ سے پیش آیا ہے۔ چونکہ واٹسن کے نظریے میں کچھ بنیادی خامیاں تھیں اسلئے اس کے نظریے پر شدید تنقید کی گئی۔ تاہم کئی نفسیات دانوں نے اِس نظریے کو مکمل رد نہیں کیا بلکہ اس میں کچھ تبدیلیاں لانے کی کوشش کی۔

برھس فریڈرک سکنر شاید آج کی دنیا کا سب سے بااثر زندہ نفسیات دان ہے۔ سکنر نے دعویٰ کیا کہ اُس نے ایسے تجرباتی طریقہ ہائے کار دریافت کیے ہیں جن کے ذریعے زیرِ تجربہ کے کردار کو انتہائی درجے تک کنٹرول کیا جا سکتا ہے۔ اِس عاملانہ تشریط میں زیرِ تجربہ کا کردار زیادہ بے ساختہ اور خود رو معلوم ہوتا ہے۔ اِس طرح زیرِ تجربہ تجربہ کرنے والے کے کنٹرول میں رہتا ہے۔ جبکہ زیرِ تجربہ کو یہ احساس ہوتا ہے کہ وہ اپنی مرضی سے عمل کر رہا ہے۔

سکنر کا یہ نظریہ امریکی اجارہ دار سرمایہ دار کی ضرورتوں پر بالکل پورا اترتا تھا۔ کیونکہ سرمایہ دار کے نزدیک مزدور ایک جانور ہی تھا جس کے ذریعے منافع کمایا جا سکتا تھا۔ اور اُن کی خواہش تھی کہ مزدور طبقے کو ایسا ماحول مہیا کیا جائے جسے مزدور آزاد ماحول سمجھتے ہوں لیکن کنٹرول سرمایہ دار کے پاس ہی ہو سکنر کی کنٹرول کرنے کی یہ شائستہ تکنیک اُن کے لیے موزوں تھی۔

اپنے نظریات کو واضح کرنے کیلئے سکنر نے ایک کتاب "Walden Two" لکھی جس میں اُس نے ایک خیالی دنیا بنائی جہاں سب لوگوں کا کردار سکنر کے بنائے ہوئے اُصولوں پر قائم تھا۔ یقیناً یہ دنیا امریکی سرمایہ دار طبقے کے خوابوں کی تعبیر تھی۔ سکنر کے نظریات کرداریت پسندی کے ایک بنیادی اُصول یعنی انسانی سوچ اور کردار کو مکمل کنٹرول کی ایک منطقی انتہا کی نشاندہی کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے

امریکی ذرائع ابلاغ آج کل سکو کے نظریات کی بے پناہ تشہیر کر رہے ہیں۔

ایک اور اہم تکنیک جو امریکہ کے مفادات کے فروغ کیلئے بہت اہم تھی اور ماہرینِ نفسات کا اہم موضوعِ مطالعہ رہی ہے، وہ ہے پروپیگنڈہ۔ نفسیات کی لغت کے مطابق:

''دوسروں کی رائے کو متاثر کرنے اور اپنی مرضی کے مطابق تبدیل کرنے کی ایک منظم کوشش پروپیگنڈہ ہے۔''

راجر بالڈون کے مطابق ''واقعات خواہ حقیقی ہوں یا فرضی، کو دلائل کے ساتھ عوام کے سامنے ایسے منظم انداز سے پیش کرنا کہ اس سے پیشکار کی مرضی کے مطابق نتائج حاصل ہوں اور عوام کی سوچ پیشکار کی سوچ اور خیالات کی تائید کرنے لگے تو یہ پروپیگنڈہ ہے۔''

انسانی کردار کو اپنی مرضی کے مطابق بنانے اور پوری دنیا پر حکومت کرنے کے گھناؤنے خواب نے امریکہ اور اُسکی یہودی لابی کو مجبور کر دیا کہ وہ کسی بھی قسم کے اوچھے ہتھکنڈے استعمال کرنے میں کوئی کسر نہ چھوڑے خواہ وہ ہتھکنڈے کتنے ہی انسانیت سوز ہی کیوں نہ ہوں۔ لیکن اِس کے ساتھ ساتھ اپنے مذموم مقاصد اور گھناؤنے اقدامات پر پردہ ڈالنے کیلئے اپنے ماہرینِ نفسیات کے بتائے ہوئے پروپیگنڈہ کے اُصولوں کو استعمال کیا گیا۔ اس وقت باقاعدہ ایک منصوبے کے تحت ہالی وڈ میں فلمیں بنا کر اُنہیں پوری دنیا میں پھیلا دیا جاتا ہے۔ اِن فلموں میں امریکہ کو ایک بہترین مخلوق کے طور پر پیش کیا جاتا ہے جبکہ مسلمانوں کی کردار کشی کی جاتی ہے اور دنیا کو یہ باور کرانے کی کوشش کی جاتی ہے کہ امریکہ پوری دنیا کی خدمت کرنا چاہتا ہے۔ اس میں امن پھیلانا چاہتا ہے مگر مسلمان اسے ایسا کرنے نہیں دیتے اور امریکہ جو کچھ بھی کر رہا ہے محض مسلمانوں کے اِن امن دشمنوں اور دہشت گرد عناصر کو روکنے کیلئے کر رہا ہے۔

عالمی الیکٹرانک اور پریس میڈیا بھی زور شور سے اِسی منصوبے کے تحت سرگرمِ عمل ہے۔ یہاں مجھے قائدِ اعظم محمد علی جناح کا ایک قول یاد آ گیا جو اُنہوں نے تقسیمِ ہند کے وقت روتے ہوئے کہا تھا کہ ''اگر ہندو پاکستان بننے کی مخالفت کرتا ہے تو کوئی حیرت کی بات نہیں کیونکہ یہ اُن کا حق ہے مگر دکھ اور افسوس تو

اُن مسلمان قائدین پر ہے جو مسلمان ہو کر بھی اِسکی مخالفت کر رہے ہیں اور اس کی راہ میں روڑے اٹکا رہے ہیں۔''

آج بھی معاملہ کچھ اس سے مختلف نہیں کہ اگر غیر مسلم ایسا کر رہے ہیں تو وہ تو ہمارے دشمن ہیں مگر افسوس تو اُن مسلمان لیڈروں پر ہے جو ان کی ہمنوائی میں ہمیں ہی غلط قرار دے رہے ہیں اور امریکہ کے مقاصد کو کامیاب بنانے کیلئے کیبل نیٹ ورک اور انگلش فلموں کی سرپرستی اور حوصلہ افزائی کر رہے ہیں۔ بالائے حیرت تو یہ ہے کہ ان کے خلاف کوئی آواز بھی نہیں اُٹھاتا۔

یہ بات اب ڈھکی چھپی نہیں رہی کہ امریکہ کی عوام خود کو دنیا کی بہترین قوم سمجھتے ہیں اور اُن کا عقیدہ یہ ہے کہ اُنہیں پوری دنیا پر حکومت کرنے کیلئے پیدا کیا گیا ہے۔ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ امریکہ کے باشندوں کے علاوہ اور کسی کو بھی دنیا میں جینے کا کوئی حق نہیں بلکہ اکثر کو تو وہ انسانیت کے زمرے میں ہی شمار نہیں کرتے مگر امریکہ کو یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ پوری دنیا کی حکومت کرنے کا خواب کوئی نیا نہیں نمرود، فرعون، اسکندر اعظم، چنگیز خان اور ہلاکو خان اور روس سب نے یہ خواب دیکھا تھا۔ لیکن تاریخ گواہ ہے کہ ظلم نے کبھی فتح نہیں پائی، ظلم نے کبھی مظلوم کو نہیں مٹایا بلکہ ظلم نے ہمیشہ ظالم کو ہی تباہ کیا ہے۔

تاریخ ہمیشہ اپنے آپ کو دہراتی ہے۔ ایک کے بعد دوسرے کا آنا مقدر ہے۔ اگر وہ نہ رہے تو یہ بھی نہ رہے گا۔ لہٰذا اگر نمرود، فرعون اور روس وغیرہ کا دنیا پر حکومت کا خواب پورا نہ ہو سکا تو امریکہ کا بھی یہ خواب پورا نہیں ہو سکے گا۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو آزاد پیدا فرمایا ہے تو کوئی بھی اسے غلام بنا کر نہیں رکھ سکتا۔ تو آج امریکہ جتنا چاہے ظلم کرلے بالآخر اس کی طاقت کا خاتمہ ہونا ہے اور اِسلام کا سورج پھر پوری دنیا پر طلوع ہونا ہے۔ (۱)

☆/☆/☆/☆/☆/☆/☆

☆/☆/☆/☆/☆

☆/☆/☆

☆

(۱)۔ ملخص از [1]: نفسیات کا ارتقاء، جلد اول۔ [2]: رہبر نفسیات: حصہ دوم۔ [3]: روایت فلسفہ [4]: شاہراہِ انقلاب۔

﴿فصل دوم﴾

جہاد اور دہشت گردی میں کیا فرق ہے؟

اور امریکہ میں ۱۱ ستمبر کی تباہی کی حقیقت کیا ہے؟

حصہ اوّل کی فصلِ دوم، سوم اور چہارم میں مذکور قرآنی آیات، اَحادیثِ مبارکہ اور مسالکِ آئمہ کا تفصیلی مطالعہ سے جہاد کی یہ تعریف واضح ہوتی ہے۔

جہاد کی شرعی تعریف

''دین اسلام کی سربلندی وتحفظ کیلئے فی سبیل اللہ کفار کے خلاف اپنی جان، مال اور وقت کو خرچ کرنا جہاد ہے''

دہشت گردی کی شرعی تعریف

''شرعی طور پر دہشت گردی اُس عمل یا اقدام کو کہتے ہیں جس میں امنِ عامہ خراب ہو، معصوم اور بے گناہ شہری (چاہے وہ غیر مسلم ہی کیوں نہ ہو) کی جان ومال اور عزت وآبرو کو خطرہ ہو اور کسی کے حق کو غصب کرلیا جائے۔''

اب دینِ اسلام میں جہاد کی تو اجازت دی گئی ہے جبکہ دہشت گردی کی شدید مذمت کی گئی ہے۔

۱۱ ستمبر کے واقعہ کی حقیقت بے نقاب

۱۱ ستمبر ۲۰۰۱ء کو دنیا کی سپر پاور امریکہ میں ایک عظیم واقعہ یہ پیش آیا کہ امریکہ کے بہت بڑے تجارتی مرکز ورلڈ ٹریڈ سنٹر کے فلک بوس جڑواں ٹاور کے ساتھ دو مسافر جہاز ٹکرائے اور یہ دونوں ٹاور زمین بوس ہوگئے۔

اس واقعے سے امریکہ سمیت پوری دنیا میں ہلچل مچ گئی کہ امریکہ جیسے تیز سیکورٹی والے ملک میں اتنی بڑی دہشت گردی ہوگئی۔ اب اس حادثہ کے چند روز بعد امریکہ کا صدر جارج ڈبلیو بش جب

گراؤنڈ زیرو دیکھنے آئے تو عدمِ یقین غم وغصہ میں تبدیل ہو چکا تھا۔ یہ غم وغصہ اتنا شدید تھا کہ بش اور امریکیوں نے اس واقعہ کو اپنے لیے ایک چیلنج سمجھا اور امریکہ کو نیچا دکھانے اور دنیا کی نظروں میں ذلیل کرنے کی کوشش سمجھی۔ لہٰذا جارج بش نے اس کے فوری بعد دہشت گردی کے خلاف جنگ کا اعلان کردیا اور اس تباہی کا سہرا مسلمانوں کی تنظیم "**القاعدہ**" کے سر لگا دیا اور امریکیوں نے مسلمانوں کے خلاف دہشت گردی کی جنگ کا آغاز کردیا۔

اب اس واقعے کو گزرے ہوئے تین سال ہو چکے ہیں اور چوتھا سال شروع ہو چکا ہے۔ مگر ابھی تک جنگ باز بش اور امریکی انتظامیہ اس بات کا کوئی ثبوت نہیں پیش کرسکی کہ یہ حملہ القاعدہ والوں نے کیا ہے۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ ۱۱ ستمبر کے واقعے کے اصل مجرم کون ہیں؟ اور امریکہ کی قیادت ابھی تک اُن مجرموں کو بے نقاب کیوں نہیں کرسکی؟ تو سب سے پہلے گیارہ ستمبر کے حوالے سے خود امریکہ اور یورپ میں اب تک جو تحقیقات سامنے آئی ہیں۔ اگر صرف اُن پر مختصراً نظر ڈالی جائے تو معلوم ہوگا کہ اسلامی دنیا خصوصاً القاعدہ اس دہشت گردی سے مکمل طور پر بری الذمہ ہے، کیونکہ اِس واقعے کا اصل سبب خود امریکہ میں موجود تھا جبکہ مسلمانوں کو اس واقعے میں ملوث کرکے اِسلامی جہادی تحریکوں پر ضرب لگانا شرق الاوسط کے تیل پر قبضہ کرنا اور مقبوضہ بیت المقدس کو مکمل طور پر صیہونی دارالحکومت قرار دلوانا تھا۔ اب اِن معاملات پر مغرب میں کھل کر لکھا جارہا ہے کیونکہ عالمی صیہونیت کے پنجوں میں جکڑا ہوا مغرب نہ تو گیارہ ستمبر کے واقعات کا کوئی ثبوت پیش کرسکا اور نہ اس کے پاس عراق کے مبینہ خطرناک ہتھیاروں کا کوئی ثبوت ہے۔

اب مغرب میں شائع ہونے والی چند کتابوں کا تذکرہ کیا جاتا ہے:

فرانسیسی مصنف "**میری میسان**" کی کتاب "**بڑا دھوکہ**" منظرِ عام پر آچکی ہے۔ اس کتاب میں دستاویزی ثبوتوں کے ساتھ ثابت کیا گیا ہے کہ عرب اور غیر عرب اس واقعے سے مکمل طور پر بری الذمہ ہیں۔ اس کے علاوہ ایریک اور اُن کی کتاب "گیارہ ستمبر کا چھپا چہرہ" بھی اسی موضوع پر ہے جس

میں کہا گیا ہے کہ گیارہ ستمبر کا اصل محرک خود امریکہ میں ہی موجود ہے اور اِس واقعے کا اصل سبب اِستعماری مقاصد کی بارآوری تھا۔

جرمن انٹیلی جنس کے سابق سربراہ **اندریاس جان بیلوف** کی کتاب ''گیارہ ستمبر کے واقعات میں سی آئی اے کا کردار'' شائع ہو چکی ہے۔ اندریاس فان نے دقیق دستاویزات اور دیگر شواہد کی بنیاد پر جو نچوڑ اِس کتاب میں پیش کیا ہے، اُس کے مطابق ''امریکہ نے اس واقعے کے ذریعے دنیا میں عسکری مداخلت خصوصاً افغانستان میں لشکر کشی کے جواز کے طور پر استعمال کیا جبکہ عراق پر حملے کا منصوبہ گیارہ ستمبر کے واقعے سے پہلے ہی امریکی نائب صدر ڈک چینی کی لسٹ میں آ چکا تھا۔ اس طرح شرق الاسط کے دیگر ممالک کو بھی اس کی لپیٹ میں لاکر اسرائیل کے وجود کو مکمل تحفظ دیا گیا ہے۔ پھر جرمن مصنف نے مختلف مثالیں دیکر یہ واضح کیا کہ گیارہ ستمبر کے واقعات سے مسلمانوں کا معمولی سا بھی تعلق نہیں جبکہ غالب گمان یہی ہے کہ اس کے عوامل داخلی ہیں۔''

اب اِن حالات کو ایک طرف رکھ کر اُن عوامل کی جانب رجوع کیا جائے جو گیارہ ستمبر کے واقعات کی کوکھ میں جنم لے کر منظر عام پر آئے۔ اس واقعے کے فوراً بعد افغانستان کو جارحیت کا نشانہ بنایا گیا تا کہ یہاں قائم ہونے والی اِسلامی حکومت کو ختم کر کے یہاں پر سی آئی اے کے ایجنٹ اور منشیات کے سوداگر مسلط کیے جائیں اور ایسا فی الواقع ہوا۔ پھر افغانستان پر جارحیت کے بعد امریکہ نے اپنے منصوبے کے تحت عراق کا رخ کرنا تھا۔ اس سلسلے میں عالمی صیہونیت کا کارندہ **ٹونی بلیئر** امریکی صدر **بش** کو ڈک چینی کی مدد سے اُکساتا رہا۔ اب امریکی حکومت نے صدام حکومت کا تختہ اُلٹنے کیلئے ایسے ایسے بے بنیاد الزامات لگائے جن کا زمینی حقائق سے دُور پرے کا بھی تعلق نہیں تھا۔ صدام حکومت کے القاعدہ سے تعلقات کا ڈھنڈورا پیٹا گیا اور وسیع تباہی کے ہتھیاروں کا واویلا کیا گیا جن کا آج تک کوئی سراغ نہیں مل سکا۔ مگر درحقیقت یہ تمام کارروائی صیہونی ریاست اسرائیل کو تحفظ دینے کیلئے کی جارہی تھی۔ اس سلسلے میں صیہونیت کی آلہ کار امریکی انتظامیہ نے اِن جھوٹے دعووں کا سہارا لیا جو کبھی ثابت نہیں کیے جاسکتے۔

گیارہ ستمبر کا منطقی نکتہ اب مقبوضہ بیت المقدس کی جانب پیش قدمی کر رہا ہے۔ یہ منطقی نکتہ مقبوضہ

بیت المقدس کو مکمل طور پر صیہونی ریاست کا دارالحکومت قرار دینا ہے جیسا کہ ہم نے مسئلہ فلسطین کو ذکر کرتے ہوئے بھی آخر میں اسی طرف اشارہ کیا۔اب یاسر عرفات کو دنیا سے رخصت کرنے کے بعد بہائی العقیدہ ابو مازن محمود عباسی کو فلسطینی اتھارٹی کا صدر بنا کر صیہونیت نواز مغرب نے اصل میں مقبوضہ بیت المقدس کو پوری طرح یہودی تحویل میں دینے کا منصوبہ آخری مرحلے میں پہنچا دیا ہے۔اسی نقطہ ارتکاز کے گرد گیارہ ستمبر کے واقعات کا محور گھومتا ہوا نظر آتا ہے۔ (۱)

دہشت گرد کون؟ امریکہ یا مسلمان؟

امریکہ پر نام نہاد حملہ ہوا اور اُس کے نتیجے میں گیارہ ستمبر کو دنیا کی بلند ترین عمارت ورلڈ ٹریڈ سنٹر تباہ ہو گئی۔تو کوئی بھی ثبوت نہ ہونے کے باوجود امریکہ افغانستان پر چڑھ دوڑا اور شہری آبادی کو نشانہ بنا کر معصوم بچوں، بوڑھوں اور عورتوں کو شہید کر دیا حالانکہ ہم نے جدید تاریخی حوالوں سے یہ بات واضح کر دی کہ یہ حملہ مسلمانوں نے نہیں کیا تھا۔پھر کشمیریوں کی مرضی کے خلاف بھارت نے کشمیر پر طاقت کے زور پر قبضہ کر رکھا ہے اور مسلسل وہاں کے لوگوں کا جینا حرام کر رکھا ہے۔روس نے چیچنیا پر قبضہ کر رکھا ہے۔چیچنیا کے تیل کے خزانے لوٹ کر روس لے جائے اور وہاں کے عوام کو بنیادی ضروریات زندگی تک حاصل نہ ہوں۔اسرائیل نے فلسطین پر زبردستی قبضہ جما لیا اور اب باقی علاقہ بھی چھیننے کی کوشش کی جارہی ہے اور اسرائیل علی الاعلان فلسطین کے مسلمانون کی نسل کشی کر رہا ہے تو یہ سب دہشت گردی نہیں تو اور کیا ہے؟

کیا اِن علاقوں کی عوام کو اتنا بھی حق نہیں کہ وہ اپنا دفاع ہی کر سکیں۔امریکہ بغیر ثبوت کے عراق اور افغانستان پر چڑھائی کرے تو اُسے مقدس جنگ کا نام دیا جائے اور مظلوم مسلمان اپنے علاقے کے دفاع کیلئے یا اپنی ماؤں بہنوں کی عزت بچانے کیلئے کوشش کرے تو یہ دہشت گردی کہلائے۔اصل بات تو وہی ہے کہ ظلم تو کریں ہندو، عیسائی اور یہودی مگر ظالم اور دہشت گرد کہلائیں مسلمان۔واہ کیا خوب انصاف ہے!

---

(۱)۔ندائے ملت، شمارہ ۱۰ مارچ تا ۱۶ مارچ (۲۰۰۵ء)

فصل سوم

فدائی حملوں اور گوریلا کارروائیوں کی

شرعی اور تاریخی حیثیت

جہاں تک تاریخ کا تعلق ہے تو تاریخ میں خودکش حملوں کا آغاز جاپان نے دوسری جنگِ عظیم کے دوران کیا۔ جب جاپان کو یقین ہو گیا کہ امریکہ کا پلہ ہر لحاظ سے بھاری ہے اور وہ روایتی جنگ نہیں لڑ سکتا تو جاپان کے شاہ نے اپنے پائلٹوں کو بلایا اور پائلٹوں سے اپنی اپنی جانوں کے نذرانے پیش کرنے کا کہا، جاپان میں چونکہ خودکشی کو ایک مذہبی حیثیت حاصل ہے لہٰذا سینکڑوں ایسے پائلٹ تیار ہو گئے جو بارود سے بھرے ہوئے جہاز کو اُڑا لے جاتے اور امریکی بحری بیڑوں میں جا مارتے، یہ ہی وہ واحد عمل تھا جس نے امریکہ کی کمر توڑ دی۔ اب فلسطین، کشمیر اور عراق وغیرہ کی قوم کے پاس اور ہے ہی کیا؟ ان کی مثال تو اُس غلام کی سی ہے جسے نہتے اور بے سروسامان بھوکے شیر کے پنجرے میں بند کر دیا جائے اور پھر اُس کی چیر پھاڑ کا منظر دیکھا جائے۔ فلسطین اور کشمیر وغیرہ کی عوام کے پاس اب اس کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں رہ گیا کہ وہ اپنی جانوں کو قربان کر کے اپنی عزت و آبرو اور ملک کی حفاظت کریں اور دنیا کے سامنے یہی وہ واحد عمل ہے جس نے اسرائیل اور امریکہ وغیرہ کو بے بس کر کے رکھ دیا ہے۔

شرعی اعتبار سے بھی فدائی حملوں یا گوریلا کارروائی کی دلیل ملتی ہے۔ چنانچہ جب حضور ﷺ نے کفار مکہ سے دس سال تک کیلئے صلح کر لی تو صلح کی شرائط میں ایک شرط یہ بھی تھی کہ مکہ کا کوئی آدمی مسلمان ہو کر رسول اللہ کے پاس آ جائے تو آپ ﷺ اُسے واپس کر دیں گے۔ صلح کی شرائط طے کر کے آپ واپس مدینہ تشریف لے آئے۔ اسی دوران قریش مکہ کا ایک شخص ابو بصیر رضی اللہ عنہ مسلمان ہو کر مدینہ میں آ گئے۔ اُدھر مکہ والوں نے ابو بصیر رضی اللہ عنہ کو واپس لانے کیلئے دو شخص بھیجے، آپ ﷺ نے معاہدہ کے مطابق اُسے اُن کے حوالے کر دیا۔ وہ دونوں اُنہیں لے کر مدینہ سے چل پڑے۔ جب وہ ذوالحلیفہ پہنچے تو سواریوں سے اُترے اور کھجوریں کھانے لگے۔

ابو بصیر ﷜ نے اُن میں سے ایک سے کہا کہ اے فلاں! مجھے تمہاری تلوار بڑی عمدہ معلوم ہوتی ہے ، ذرا دینا میں دیکھوں تو سہی، اُس نے پکڑا دی، ابو بصیر ﷜ نے اُسے تلوار ماری اور وہ ٹھنڈا ہو گیا (یعنی مر گیا)، دوسرا شخص بھاگ کر مدینہ آ گیا اور دوڑتا ہوا مسجد میں داخل ہوا۔ تو نبی پاک ﷺ نے فرمایا کہ اس نے کوئی خوف دیکھا ہے۔ اُس نے کہا کہ اللہ کی قسم! میرا ساتھی قتل کر دیا گیا ہے اور میں بھی قتل ہونے والا تھا۔ اسی دوران ابو بصیر ﷜ بھی وہاں آ پہنچے۔ نبی پاک ﷺ نے فرمایا کہ اس کی ماں کیلئے ویل ہو کہ اگر اس کے ساتھ کوئی اور ہو گیا تو یہ لڑائی بھڑکا دے گا۔

جب ابو بصیر ﷜ نے یہ بات سنی تو وہ سمجھ گئے کہ حضور ﷺ انہیں پھر اُن کے پاس بھیج دیں گے۔ لہٰذا وہ وہاں سے نکلے اور سمندر کے کنارے آ گئے۔ اُدھر مکہ سے ابو جندل بن سھیل ﷜ بھی جان چھڑا کر نکلے اور ابو بصیر ﷜ سے آ ملے۔ اب قریش میں سے جو بھی مسلمان ہوتا تو ابو بصیر ﷜ سے جا ملتا یہاں تک کہ اُن کی ایک جماعت ہو گئی۔ اب خدا کی قسم! قریش کے جس قافلے کے متعلق یہ سنتے کہ وہ شام کیلئے نکلا ہے تو یہ اُس کی راہ پر کھڑے ہو جاتے اور انہیں قتل کر کے اُن کے مال چھین لیتے۔ اب قریش نے تنگ آ کر حضور ﷺ کو اللہ تعالیٰ اور رشتہ داری کا واسطہ دے کر یہ پیغام بھیجا کہ آپ ابو بصیر ﷜ کے قافلے کو پیغام بھیج دیں کہ جو بھی آپ کی طرف آ جائے گا اُس کیلئے امن ہے چنانچہ حضور ﷺ نے یہ پیغام ابو بصیر ﷜ کو بھیجا تو پھر وہ وہاں سے واپس آ گئے۔ (۱)

اب اس حدیث سے مندرجہ ذیل باتیں واضح ہوئیں:

(۱): ابو بصیر ﷜ نے اکیلے ہی کفار سے لڑائی کا آغاز کیا، کسی ساتھی کا انتظار نہیں کیا۔ بعد میں چند ساتھیوں سے ملکر گوریلا کارروائیاں جاری رکھیں اور اُس کا یہ عمل اللہ کے حکم کے عین مطابق تھا۔

کیونکہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ فَقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ لَا تُكَلَّفُ إِلَّا نَفْسَكَ وَحَرِّضِ الْمُؤْمِنِينَ ﴾ (۲)

(۱)۔ صحیح البخاری: ۳۸۰/۱۔

(۲)۔ النساء: ۸۴۔

ترجمہ: ''تو اے محبوب! اللہ ﷻ کی راہ میں لڑو تم تکلیف نہ دیے جاؤ گے مگر اپنے دم کی اور مسلمانوں کو آمادہ کرو۔''

اب ابوبصیر ؓ کی پہلی کارروائی کفار سے جان بچانے کیلئے تھی اور بعد میں کفار سے ہجومی جنگ بھی کی۔

(۲): ابوبصیر ؓ کی یہ کارروائیاں کسی خلیفہ کی زیر امارت نہ تھیں کیونکہ رسول اللہ ﷺ تو اُسے واپس کرنے کا عہد کر چکے تھے بلکہ آپ ﷺ نے تو ایک دفعہ اُسے واپس بھی کر دیا تھا۔

(۳): رسول اللہ ﷺ نے ابوبصیر ؓ کی کسی کارروائی کی مذمت نہیں کی بلکہ خاموشی اختیار کر کے اُس کی تائید فرما دی۔ خلاصہ یہ نکلا کہ ابوبصیر کی یہ کارروائی گوریلا جنگ کی سب سے بڑی شرعی دلیل ہے۔

☆/☆/☆/☆/☆/☆/☆/☆/☆/☆/☆/☆/☆

☆/☆/☆/☆/☆/☆/☆/☆/☆/☆/☆

☆/☆/☆/☆/☆/☆/☆/☆/☆

☆/☆/☆/☆/☆/☆/☆

☆/☆/☆/☆/☆

☆/☆/☆

☆

فصل چہارم

جیسا کہ ہمیں حصہ اوّل کی فصلِ دوم، سوم اور چہارم میں مذکور قرآنی آیات، احادیثِ مبارکہ اور اقوالِ آئمہ کے تفصیلی مطالعہ سے معلوم ہوا کہ جہاد کی اصطلاحی تعریف یہ ہے کہ

''دینِ اسلام کی سربلندی اور تحفظ کیلئے فی سبیل اللہ کفار کے خلاف اپنی جان، مال اور وقت کو خرچ کرنا۔''

اور یہ بھی معلوم ہوا کہ جہاد اُس وقت فرضِ عین ہوتا ہے:

(۱): جب جہاد کیلئے روانہ ہونے کا حکم عام ہو یعنی جب کسی مسلمان ملک کا امیر ملک کے ہر شہری کو جہاد کیلئے روانہ ہونے کا حکم دے دے تو اس وقت اُس ملک کے ہر مسلمان پر جہاد کیلئے نکلنا فرضِ عین ہو جاتا ہے چاہے وہ شہری فوجی ہو یا غیر فوجی ہو۔

(۲): جس علاقہ کے لوگ دشمنِ اسلام کے قریب ہوں اور اُس سے جہاد کرنے پر قادر بھی ہوں تو اُن پر اُس دشمن سے جہاد کرنا فرضِ عین ہو جاتا ہے۔

(۳): مسلمانوں کے جس شہر کی سرحدوں پر کفار حملہ کرنے کے ارادے سے جمع ہو جائیں تو اُس شہر کے مسلمانوں پر اُن کفار سے جہاد کرنا فرضِ عین ہے اور اگر اُن کو اپنے دفاع کیلئے دوسرے شہر کے مسلمانوں کی ضرورت ہو تو اُن پر بھی جہاد فرضِ عین ہو جاتا ہے۔

(۴): جب کافر مسلمانوں کے کسی شہر کو روند رہے ہوں تو اُس شہر کے مسلمانوں پر جہاد فرضِ عین ہو جاتا ہے اور جب اُنہیں دوسرے مسلمانوں کی مدد کی ضرورت پڑے تو اُن کیلئے مدد کرنا بھی فرضِ عین ہو جاتا ہے۔

اِن مذکورہ صورتوں کے علاوہ اگر کافر اپنے اپنے ملکوں میں مقیم ہیں تو مسلمان اُن سے جہاد کرنے پر قادر ہوں تو اُن پر تبلیغِ دین اور اِسلام کی سربلندی کیلئے کافروں سے جہاد کرنا فرضِ کفایہ ہے اور اگر کسی ملک کے مسلمان بھی کافروں سے جہاد نہ کریں تو دنیا بھر کے تمام مسلمان فرضِ کفایہ کے ترک کی وجہ سے گناہگار رہوں گے۔

اور ماقبل کی تفصیل سے معلوم ہوا کہ جہاد کے مقاصد یہ ہیں:

﴿۱﴾: فتنے کا خاتمہ

جب تک دنیا کے کسی خطے میں کفار کے پاس وہ طاقت وشوکت موجود ہے کہ وہ اِسلام کی وجہ سے کسی مسلمان کو فتنہ میں مبتلا کر سکتے ہیں اور اگر کوئی ایمان لے آئے تو اُسے ظلم کا نشانہ بننا پڑتا ہے تو اُس وقت تک اُن کفار سے لڑنا فرض ہے جب تک اسلام لانے کی راہ میں رکاوٹ نہ ختم ہو جائے۔

جیسا کہ اِرشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ لِلّٰهِ ﴾ (۱)

ترجمہ: ''اور اُن سے لڑو یہاں تک کہ کوئی فتنہ نہ رہے اور ایک اللہ ﷻ کی پوجا ہو۔''

﴿۲﴾: غلبۂ اِسلام

جب تک دنیا میں اِسلام غالب نہ ہو جائے اور ہر جگہ قانونِ الٰہی نہ نافذ ہو جائے اُس وقت تک کفار سے لڑتے رہنا فرض ہے۔

جیسا کہ اِرشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ ﴾ (۲)

ترجمہ: ''اور اُن سے لڑو یہاں تک کہ کوئی فساد باقی نہ رہے اور سارا دین اللہ ﷻ ہی کا ہو جائے۔''

﴿۳﴾: کفار کا جزیہ دینا

جب تک تمام دنیا کے کفار (جو اسلام نہ لانا چاہتے ہوں) ذلیل ہو کر اپنے ہاتھوں سے مسلمانوں کو جزیہ نہ ادا کر دیں اُن سے لڑتے رہنا فرض ہے۔

جیسا کہ اِرشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَلَا يُحَرِّمُوْنَ مَا

(۱) پ البقرہ: ۱۹۳۔

(۲) پ الانفال: ۳۹۔

حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَلَا يَدِيْنُوْنَ دِيْنَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتَابَ حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّهُمْ صَاغِرُوْنَ ﴾ (۱)

ترجمہ: ''لڑو اُن سے جو ایمان نہیں لاتے اللہ ﷻ پر اور قیامت پر اور حرام نہیں مانتے اُس چیز کو جس کو حرام کیا اللہ ﷻ اور اُس کے رسول ﷺ نے اور سچے دین کے تابع نہیں ہوتے یعنی وہ جو کتاب دیئے گئے ہیں جب اپنے ہاتھ سے جزیہ نہ دیں ذلیل ہو کر۔''

﴾٤﴿: کمزوروں کی مدد

جب دنیا کے کسی خطے میں کمزوروں پر ظلم ہو رہا ہو تو اُنہیں ظلم سے نجات دلانے کیلئے لڑتے رہنا فرض ہے۔

جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُوْنَ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا وَاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا وَّاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ نَصِيْرًا ﴾ (۲)

ترجمہ: ''اور تمہیں کیا ہوا کہ تم نہ لڑو اللہ ﷻ کی راہ میں اور کمزور مردوں اور عورتوں اور بچوں کے واسطے جو یہ دعاء کر رہے ہیں کہ اے ہمارے رب ﷻ! ہمیں اس بستی سے نکال جس کے لوگ ظالم ہیں اور ہمیں اپنے پاس سے کوئی حمایتی دے دے اور ہمیں اپنے پاس سے کوئی مددگار دے دے۔''

﴾٥﴿: مقتولین کا بدلہ

اگر کافر کسی مسلمان کو قتل کر دیں تو اُس کا بدلہ لینا فرض ہے مگر یہ کہ وہ مسلمان ہو جائے۔

جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِى الْقَتْلٰى ﴾ (۳)

---

(۱)۔ التوبہ: ۲۹۔

(۲)۔ النساء: ۷۵۔

(۳)۔ البقرہ: ۱۷۸۔

ترجمہ: ''اے ایمان والو! تم پر فرض ہے کہ جو ناحق مارے جائیں اُن کے خون کا بدلہ لو۔''

﴿٦﴾: معاہدہ توڑنے کی سزا

اگر کوئی مسلمانوں کے ساتھ کیا ہوا معاہدہ توڑ ڈالے تو اُس سے لڑنا فرض ہے۔

جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَاِنْ نَّكَثُوْٓا اَيْمَانَهُمْ مِّنْ بَعْدِ عَهْدِهِمْ وَطَعَنُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ فَقَاتِلُوْٓا اَئِمَّةَ الْكُفْرِ اِنَّهُمْ لَآ اَيْمَانَ لَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَنْتَهُوْنَ ﴾ (۱)

ترجمہ: ''اور اگر عہد کر کے اپنی قسمیں توڑیں اور تمہارے دین پر منہ آئیں تو کفر کے سرغنوں سے لڑو بے شک اُن کی قسمیں کچھ نہیں شاید کہ وہ باز آجائیں۔''

﴿۷﴾: دفاع کیلئے لڑنا

جب کوئی قوم مسلمانوں پر حملہ آور ہو جائے تو اپنے دفاع کیلئے لڑنا فرض ہے۔

جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَقَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا ﴾ (۲)

ترجمہ: ''اور اللہ ﷻ کی راہ میں لڑو اُن سے جو تم سے لڑتے ہیں اور حد سے نہ بڑھو۔''

تبوک کے موقع پر جب حضور ﷺ نے دشمن کے حملہ آور ہونے کی خبر سنی تو جہاد کے قابل تمام افراد کو سرزمینِ عرب سے باہر جا کر دشمن سے مقابلہ کرنے کا حکم دیا حالانکہ اُس وقت مسلمانوں کے حالات بھی کمزور تھے۔

﴿۸﴾: مقبوضہ علاقہ چھڑانا

اگر کفار مسلمانوں کی کسی جگہ پر ناجائز قبضہ کرلیں تو اُنہیں وہاں سے نکالنا اور مسلمانوں کا دوبارہ قبضہ بحال کروانا فرض ہے۔

(۱)۔ التوبہ: ۱۲۔

(۲)۔ البقرۃ: ۱۹۰۔

جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَاقْتُلُوهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوهُمْ وَأَخْرِجُوهُمْ مِّنْ حَيْثُ أَخْرَجُوكُمْ ﴾

ترجمہ: ''اور کافروں کو جہاں پاؤ مارو اور اُنہیں نکال دو جہاں سے اُنہوں نے تمہیں نکالا تھا-(۱)

اب ترتیب وار دیکھیں کہ کیا ان میں سے ایک مقصد بھی مسلمانوں کو حاصل ہو چکا ہے؟

(۱): ''جب تک فتنہ باقی ہے مسلمانوں کیلئے لڑتے رہنا فرض ہے۔''

اب یہ فیصلہ کرنا ہمارا کام ہے کہ کیا اس وقت دنیا کی کسی بھی خطے میں ایمان لانے کی راہ میں کفار کی طرف سے پیش آنے والی رکاوٹیں اور فتنے ختم ہو سکے ہیں؟ کیا ہند کے مظلوم شودر جو اسلامی مساوات میں پناہ لینا چاہتے ہیں، بلاخوف مسلمان ہو سکتے ہیں؟ کیا چین اور روس میں رہنے والے مسلمان بلاخوف اسلامی احکامات پر عمل کر سکتے ہیں؟ اگر ان سب باتوں کا جواب نفی میں ہے تو اس وقت ان کفار سے لڑنا کونسی دہشت گردی ہے؟

(۲): ''جب تک ساری دنیا میں اللہ ﷻ کا دین غالب نہ ہو جائے، اُس وقت تک لڑتے رہنا فرض ہے۔''

کیا اِس وقت دنیا میں صرف دین اسلام ہی غالب ہے؟ کیا ورلڈ آرڈر اسلام کا ہی چل رہا ہے یا کفار کا؟ کیا تمام دنیا میں اللہ ﷻ کی حدود قائم ہو چکی ہیں؟ تو جب اِس وقت کفار پر اِسلام کا غلبہ کہیں بھی نہیں تو پھر کفار سے جہاد کرنا دہشت گردی کیسے ہوگی؟

(۳): ''جب تک تمام دنیا سے کفار کی حکومتیں ختم کر کے اُن سے جزیہ نہ وصول کر لیا جائے اُن سے لڑتا رہنا فرض ہے۔''

کیا اِس وقت دنیا کے کسی خطے میں کفار مسلمانوں کے ذمی بن کر رہ رہے ہیں؟ کیا وہ مسلمانوں کے سامنے اپنی ذلت کا اقرار کرتے ہوئے جزیہ دینے کیلئے تیار ہیں؟ تو اگر ہم صورتِ حال کا جائزہ لیں تو اِس وقت معاملہ بالکل اُلٹ ہو چکا ہے کیونکہ اس وقت مسلمان کفار کے سامنے ذلیل ہو کر اُنہیں جزیہ اور خراج دے رہے ہیں۔ کفار ورلڈ بینک میں آئی ایم ایف کے ذریعے مسلمانوں کی تمام دولت چھین رہا

(۱)۔ البقرۃ:۱۹۱۔

ہے۔ کیا اس ذلت کو دور کرنے کیلئے کفار سے لڑنا جہاد ہوگا یا دہشت گردی؟

(٤): ''جب دنیا کے کسی خطے میں کمزوروں پر ظلم ہو رہا ہو تو انہیں ظلم سے نجات دلانے تک لڑتے رہنا فرض ہے۔''

کیا اس وقت دنیا میں کسی جگہ مسلمانوں پر ظلم نہیں ہو رہا؟ ہندوستان، کشمیر، فلسطین، افغانستان، چیچنیا روس، بوسنیا اور دیگر کئی خطوں کے کمزور مرد، عورتیں اور بچے ظلم سے بچانے کیلئے فریادیں نہیں کر رہے؟ تو ایسے حالات میں ان کمزور مسلمانوں کی مدد کرنا جہاد ہوگا یا دہشت گردی؟

(٥): ''اگر کافر کسی مسلمان کو قتل کر دے تو اُس کا بدلہ لینا فرض ہے۔''

اب کیا ہندوستان میں کوئی مسلمان قتل نہیں ہوا؟ کشمیر میں کتنے مسلمان قتل ہو چکے ہیں، کتنی عصمتیں پامال ہو چکی ہیں، ١٩٤٧ء میں جنگ آزادی کے تقریباً ٢٥ لاکھ مقتولوں کا قصاص لینا ہماری گردنوں پر باقی ہے، چین، روس، البانیہ، یوگوسلاویہ، افغانستان، عراق اور فلسطین وغیرہ میں انقلاب اور دہشت گردی کے نام پر کتنے لاکھ مسلمان تہہ تیغ کر دیے گئے اور باقی ماندہ کروڑوں مسلمان زبردستی کیمونسٹ بنا لیے گئے۔ اِن لاکھوں مسلمانوں کے قتل کا بدلہ لینا جہاد ہوگا یا دہشت گردی؟

(٦): ''اگر کوئی قوم مسلمانوں کے ساتھ کیا ہوا معاہدہ توڑ ڈالے تو اُس سے لڑنا فرض ہے۔''

کیا اس وقت دنیا میں کوئی قوم ایسی ہے جس نے مسلمانوں سے کیے ہوئے وعدے اور معاہدے کی خلاف ورزی نہ کی ہو؟ کیا قیامِ پاکستان کے بعد لیاقت نہرو معاہدہ کے مطابق ہندوستان نے مسلمانوں کے جان و مال اور مساجد کی حفاظت کی؟ کیا ہندوستان نے معاہدے کے مطابق کشمیر کے مسلمانوں کو اپنی رائے استعمال کرنے کا حق دیا ہے؟

(٧): ''جب کوئی قوم مسلمانوں پر حملہ آور ہو جائے تو اُس کے دفاع کیلئے لڑنا فرض ہے۔''

اِس وقت کشمیر میں ساڑھے سات لاکھ ہندو مسلمانوں پر حملہ آور ہیں اور ہندوستان کی پوری فوج اُن کی پشت پر ہے۔ برما کے مسلمانوں پر بدھ مت حملہ آور ہیں اور اُنہیں بے گھر کر رہے ہیں، بوسنیا میں سرب درندے مسلمانوں پر حملہ آور ہیں اور تمام دنیا کے کیمونسٹ اور عیسائی اُن کی مدد کر رہے ہیں، عراق میں امریکی درندے مسلمانوں پر حملہ آور ہیں، فلسطین میں اسرائیلی بھیڑیے حملہ آور ہیں اور لاکھوں

مسلمانوں کو شہید اور بے گھر کر چکے ہیں اور اُن کے اَملاک کو ضائع کر چکے ہیں، روس چیچنیا کے مسلمانوں پر حملہ آور ہے اور وہ زندگی اور موت کی جنگ لڑ رہے ہیں۔

تو کیا ان تمام صورتوں میں مسلمانوں کو اپنی جان و مال کے دفاع کا بھی حق نہیں؟ ایک طرف امریکہ۔ اسرائیل اور بھارت وغیرہ مظلوم مسلمانوں پر جنگ مسلط کریں تو اُس کو کوئی دہشت گردی نہیں کہتا اور دوسری طرف مظلوم مسلمان ان درندوں سے اپنی جان کی حفاظت کیلئے کوئی عمل یا اقدام کرے تو اُسے دہشت گردی کا نام دیا جائے یہ عجب انصاف ہے۔

(۸): ''اگر کفار مسلمانوں کی کسی جگہ پر قبضہ کرلیں تو انہیں وہاں سے نکالنا اور مسلمانوں کا قبضہ دوبارہ بحال کرنا فرض ہے۔''

اندلس (سپین) میں آٹھ سو سال مسلمانوں کی حکومت کے بعد اُن کا آخری آدمی بھی ختم کر دیا گیا ہے اور عیسائی مکمل طور پر قابض ہو چکے ہیں، اُسے واپس لینا ہماری ذمہ داری ہے۔ پورا ہندوستان بشمول کشمیر، حیدر آباد، آسام اور جوناگڑھ وغیرہ مسلمانوں کی سلطنت میں تھا، ترک جہاد کی وجہ سے غیروں کے قبضے میں آگیا، اسے واپس لینا بھی ہماری ذمہ داری ہے۔

فلسطین پر کتنے سالوں سے اسرائیلی قابض ہیں بلکہ مسلمانوں کا قبلۂ اوّل تک یہودیوں کے قبضے میں ہے، عراق پر اس وقت امریکی قابض ہیں اور افغانستان پر بھی امریکی نواز حکومت قابض ہے۔ اس کے علاوہ دنیا کے کئی مسلم ممالک کفار کے قبضے میں ہیں۔ ان سب مقبوضہ علاقوں کا قبضہ چھڑانا ہم پر فرض ہے، نہ کہ دہشت گردی۔

اس ساری تفصیل سے یہ بات واضح ہوگئی کہ اپنے دفاع کیلئے لڑنا جہاد ہے نہ کہ دہشت گردی، لہٰذا کشمیر، فلسطین افغانستان اور عراق وغیرہ کے مسلمانوں کی تحریک آزادی عین شریعت اور قرآن و حدیث کے مطابق ہے جبکہ تاریخی اور شرعی حوالے سے جو تعریف دہشت گردی کی بیان کی گئی ہے اُس کے مطابق امریکہ، روس، بھارت اور اسرائیل وغیرہ سب سے بڑے دہشت گرد ہیں۔

تمت بالخیر

☆/☆/☆/☆/☆/☆/☆

یا اللہ عزوجل! کیا تو میرے لیے کافی نہیں؟

یا اللہ عزوجل! میں تیری رضا چاہتا ہوں؟

''تو میرے محبوب ﷺ کا کلمہ پڑھ لے۔''

یا اللہ عزوجل! میں تیرا معزز بندہ کیسے بن سکتا ہوں؟

﴿اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ﴾ (۱)

''بے شک تم میں سے اللہ عزوجل کے نزدیک سب سے معزز وہ ہے جو تم میں سب سے بڑا پرہیزگار ہے۔''

یا اللہ عزوجل! میں کن لوگوں کے راستے پر چلوں؟

﴿صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ﴾ (۲)

''اُن لوگوں کا راستہ جن پر تیرا انعام ہوا۔''

یا اللہ عزوجل! تیرے اِنعام یافتہ لوگ کون ہیں؟

﴿فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِیْنَ﴾ (۳)

''پس یہ لوگ اُن لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ تعالیٰ نے اِنعام کیا یعنی انبیاءِ کرام، صدیقین، شہداء اور صالحین۔''

یا اللہ عزوجل! میں جنت چاہتا ہوں؟

﴿اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ﴾ (٤)

''میری اور میرے رسول ﷺ کی اِطاعت کر۔''

(۱)۔ الحجرات:۱۳۔

(۲)۔ الفاتحہ:۷۔

(۳)۔ النساء:۶۹۔

(٤)۔ النساء:۵۹۔

یا اللہ ﷻ! میں تیری اِطاعت کرنا چاہتا ہوں؟

﴿مَنْ يُطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ﴾ (۱)

''جس نے رسول ﷺ کی اطاعت کی بے شک اُس نے اللہ ﷻ ہی اطاعت کی۔''

یا اللہ ﷻ! میں تیری محبت چاہتا ہوں؟

﴿قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِىْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ﴾ (۲)

''اے محبوب ﷺ! فرما دیجیے کہ اگر تم اللہ ﷻ سے محبت کرنا چاہتے ہو تو میری اِتباع کرو پس اللہ ﷻ بھی تمہیں اپنا محبوب بنالے گا۔''

یا اللہ ﷻ! میں مومن بننا چاہتا ہوں؟

﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِىْ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا﴾ (۳)

''اے محبوب! مجھے قسم ہے تیرے رب ہونے کی! یہ لوگ اُس وقت تک مومن نہیں بن سکتے یہاں تک کہ اپنے آپس کے جھگڑوں میں تجھے حاکم نہ تسلیم کرلیں پھر تیرے فیصلے کے بارے اپنے دل میں کوئی تنگی نہ محسوس کریں اور اُس فیصلے کو دل سے مان لیں۔''

یا اللہ ﷻ! میں کیسے زندگی گزاروں جو تجھے پسند آجائے؟

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِىْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ (۴)

''بے شک تمہارے لئے اللہ ﷻ کے رسول ﷺ کی زندگی بہترین نمونہ ہے۔''

---

(۱)۔ النساء:۸۰۔

(۲)۔ ال عمران:۳۱۔

(۳)۔ النساء:۶۵۔

(۴)۔ الاحزاب:۲۱۔

یا اللہ عزوجل! اگر میں اپنی جان پر ظلم کر بیٹھوں تو کہاں جاؤں؟

﴿وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ جَآؤُكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا﴾ (۱)

''اور اگر یہ لوگ اپنی جانوں پر ظلم (گناہ) کر بیٹھیں تو (اے حبیب ﷺ) تیری بارگاہ میں حاضر ہوں اور پھر اللہ تعالی سے بخشش کی دعاء کریں اور رسول ﷺ بھی ان کیلئے بخشش کی دعاء کریں تو یہ لوگ اللہ تعالی کو توبہ قبول کرنے والا رحم کرنے والا پائیں گے۔''

یا اللہ عزوجل! میں کامیابی حاصل کرنا چاہتا ہوں؟

﴿مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا مُّبِيْنًا﴾ (۲)

''جس نے رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کی پس وہ واضح کامیاب ہوا۔''

☆/☆/☆/☆/☆/☆/☆/☆/☆/☆/☆/☆/☆/☆

☆/☆/☆/☆/☆/☆/☆/☆/☆/☆/☆/☆

☆/☆/☆/☆/☆/☆/☆/☆/☆/☆

☆/☆/☆/☆/☆/☆/☆

☆/☆/☆/☆/☆

☆/☆/☆

☆

(۱) النساء: ۶۴۔

(۲) النساء: ۸۰۔

ماخذ ومراجع

(۱)۔ قرآن پاک۔

(۲)۔ کنز الایمان، امام شاہ احمد رضا بریلوی (۱۳۴۰ھ) ضیاء القران لاہور۔

(۳)۔ خزائن العرفان، مولانا نعیم الدین مراد آبادی (۱۳۶۷ھ) ضیاء القران لاہور۔

(۴)۔ صحیح البخاری، امام محمد بن اسماعیل بخاری (۲۵۶ھ) قدیمی کتب خانہ کراچی۔

(۵)۔ صحیح المسلم، امام مسلم بن حجاج قشیری (۲۶۱ھ) قدیمی کتب خانہ کراچی۔

(۶)۔ جامع الترمذی، امام محمد بن عیسیٰ ترمذی (۲۷۹ھ) دار القرآن والحدیث

(۷)۔ سنن ابی داؤد، امام سلیمان بن اشعث (۲۷۵ھ) مکتبہ امدادیہ ملتان۔

(۸)۔ سنن نسائی، امام احمد بن شعیب (۳۰۳ھ) قدیمی کتب خانہ کراچی۔

(۹)۔ سنن ابن ماجہ، امام محمد بن یزید ابن ماجہ (۲۷۳ھ) قدیمی کتب خانہ کراچی۔

(۱۰)۔ مجمع الزوائد، امام علی بن ابی بکر (۸۰۷ھ) دار الکتب عربی۔

(۱۱)۔ مشکوۃ المصابیح، شیخ ولی الدین تبریزی (۷۴۲ھ) قدیمی کتب خانہ کراچی۔

(۱۲)۔ فتح الباری، علی بن حجر عسقلانی شافعی (۸۵۲ھ)۔

(۱۳)۔ مرقات شرح مشکوۃ، شیخ ملا علی قاری حنفی (۱۰۱۴ھ) مکتبہ امدادیہ ملتان۔

(۱۴)۔ اکمال اکمال المعلم، محمد بن خلف وشناتی مالکی (۸۲۸ھ) دار الکتب العلمیہ بیروت۔

(۱۵)۔ شرح صحیح مسلم، علامہ غلام رسول سعیدی فرید بک سٹال لاہور۔

(۱۶)۔ تاج العروس شرح القاموس، محمد مرتضیٰ (۱۲۰۵ھ) المطبعۃ الخیریہ۔

(۱۷)۔ مبسوط، علامہ محمد بن احمد سرخسی (۴۸۳ھ) دار المعرفۃ بیروت۔

(۱۸)۔ بدائع الصنائع، ابو بکر مسعود کاسانی حنفی (۵۸۷ھ) ایچ ایم سعید کراچی۔

(۱۹)۔ ہدایہ اولین، علامہ ابو بکر مرغینانی (۵۸۷ھ) ایچ ایم سعید کراچی۔

(۲۰)۔ ہدایہ اخیرین، علامہ ابو بکر مرغینانی (۵۸۷ھ) ایچ ایم سعید کراچی۔

(۲۱)۔ عنایہ، محمد بن محمود بابرتی حنفی (۷۸۶ھ) نوریہ رضویہ سکھر۔

(۲۲)۔ فتح القدیر، علامہ ابن ہمام حنفی (۷۸۶ھ) نوریہ رضویہ سکھر۔

(۲۳)۔ بنایہ شرح ہدایہ، محمود بن احمد عینی (۸۵۵ھ) مکتبہ رشیدیہ پشاور۔

(۲۴)۔ البحر الرائق، علامہ زین الدین ابن نجیم (۹۷۰ھ) ایچ ایم سعید کراچی۔

(۲۵)۔ تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق، عثمان بن علی زیلعی (۷۴۳ھ) دار الاشاعت العربیہ۔

(۲۶)۔ ردالمحتار، علامہ ابن عابدین شامی (۱۲۵۲ھ) ایچ ایم سعید کراچی۔

(۲۷)۔ فتاوی عالمگیری، ملا نظام الدین (۱۱۶۱ھ) مطبعہ امیریہ کبری بولاق مصر۔

(۲۸)۔ فتاوی رضویہ، مولانا الشاہ احمد رضا بریلوی (۱۳۴۰ھ) رضا فاؤنڈیشن لاہور۔

(۲۹)۔ بہار شریعت، مولانا امجد علی اعظمی (۱۳۶۱ھ) شبیر برادرز لاہور۔

(۳۰)۔ کنز الدقائق، عبداللہ بن احمد نسفی (۷۱۰ھ) مکتبہ امدادیہ ملتان۔

(۳۱)۔ روضۃ الطالبین وعمدۃ المفتین، یحیٰ بن شرف نووی (۶۷۶ھ) مکتبہ اسلامی بیروت۔

(۳۲)۔ المغنی، علامہ احمد بن قدامہ حنبلی (۶۳۰ھ) مکتبہ الریاض الحدیثہ۔

(۳۳)۔ ضیاء النبی، پیر کرم علی شاہ، ضیاء القرآن لاہور۔

(۳۴)۔ البدایہ والنھایہ، حافظ عماد الدین (۷۷۴ھ) دار الفکر بیروت۔

(۳۵)۔ تاریخ الخلفاء، علامہ جلال الدین سیوطی (۹۱۱ھ) مطبع نور محمد کراچی۔

(۳۶)۔ سیرت ابن ھشام، انتشارات ایران۔

(۳۷)۔ سیرت مصطفیٰ، علامہ عبد المصطفی اعظمی، مکتبۃ المدینہ لاہور۔

(۳۸)۔ سید عالم کا فلسفہ جہاد، ابوالفیض محقق لاہوری، جامعہ اسلامیہ ملتان۔

(۳۹)۔ جہاد کی ضرورت واہمیت، حافظ فرمان علی، رضا اکیڈمی لاہور۔

(۴۰)۔ جہاد فی سبیل اللہ، صوبیدار فرمان علی، مکتبہ زاویہ لاہور۔

(۴۱)۔ حقیقت جہاد، ڈاکٹر طاہر القادری، منہاج القرآن پبلی کیشنز لاہور۔

(۴۲)۔ جہاد بالمال، ڈاکٹر طاہر القادری، منہاج القرآن پبلی کیشنز لاہور۔

(۴۴)۔ نفسیات کا ارتقاء، رفیق جعفر، اظہار سنز لاہور۔

(۴۵)۔ رہبر نفسیات، غلام محی الدین، ایس اے زیڈ پبلیشرز لاہور۔

(۴۶)۔ روایات فلسفہ علی عباس، المثال پبلیشرز لاہور۔

(۴۷)۔ مخزن انقلاب، ڈاکٹر شمس الحق۔

(۴۸)۔ سیرت محمدیہ، مترجم عبدالستار۔

(۴۹)۔ عہد نبوی میں نظام حکمرانی، ڈاکٹر حمید اللہ۔

(۵۰)۔ شاہکار کتب جہاد، میجر امیر افضل خاں۔

(۵۱)۔ کتاب زندگی، مولانا وحید الزمان۔

☆/☆/☆/☆/☆/☆/☆/☆/☆

☆/☆/☆/☆/☆/☆/☆

☆/☆/☆/☆/☆

☆/☆/☆

☆